امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

نئے امیر کی زیرِ قیادت عظیم فتوحات اور دشمن کے جھوٹے پروپیگنڈے

جلد 5 محرم الحرام 1438ھ بمطابق نومبر 2016ء شمارہ 9

امیر المؤمنین شیخ هبة الله حفظه الله کی فراست

امریکی ایجنٹوں کو پہچان لیں

مجاہدین کامیاب یا ناکام؟

نئی امریکی ڈکشنری کے لیے مفتیوں کی تلاش

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنَّى اَنْ يَرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلُ عَشَرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ۔ [متفق علیہ]

ترجمہ: سیدنا آنس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں داخل ہونے والا کوئی شخص بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور دنیا کی تمام چیزوں کو قبول کرے مگر شہید یہ آرزو کرتا ہے کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کیونکہ وہ شہادت کی عظمت اور اس کے ثواب کو جانتا ہے۔

فرمان امیرالمومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

امریکی غاصبوں اور ان کے دیگر بیرونی ساتھیوں کو ہمارا پیغام یہ ہے کہ افغان مسلمان عوام تمہاری طاقت اور فریب کے استعمال سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ تم سے مقابلہ میں شہادت اپنی زندگی کی سب سے عظیم مقصد اور آرزو سمجھتے ہیں۔ تم افغانستان میں اپنی افواج کے اوقات میں توسیع، یا انہیں جنگی اختیارات میں اضافے سے افغانوں کے حوصلے اور جہادی جدوجہد کو کمزور نہیں کر سکتے ہو۔

مزید بے فائدے طاقت آزمائی کے بجائے حقائق کو تسلیم اور اپنے قبضے کو ختم کر دو۔ تمہارے خلاف ہمارا اور ہمارے سلف کا جدوجہد شعوری طور پر اسلامی بنیادوں پر استوار اور آزادی طلب جذبے سے آگے بڑھ رہا ہے۔ یہاں تمہارا مقابلہ ایک گروہ یا جماعت سے نہیں، بلکہ ایک ملت کیساتھ ہے، جسے کبھی بھی جیت نہیں سکو گے۔ (ان شاء اللہ) تو بہتر ہے کہ تم طاقت کے بجائے حل کی ایک مناسب پالیسی پیش کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۵/ محرم ۱۴۳۸ اکتوبر 2016 / شمارہ 9

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ: 350 روپے

سالانہ زرِ تعاون

امریکہ، اسٹریلیا، افریقہ، اور یورپی ممالک: 40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات: 30 ڈالر

بنگلہ دیش: 28 ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلّہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیرنگرانی شائع ہوتا ہے، ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکسِ دروں

نئے امیر کی زیر قیادت عظیم فتوحات اور دشمن کے جھوٹے پروپیگنڈے 2
علم اور جہاد کے خادم شیخ الحدیث مولوی ندا محمد ندیم صاحب سے گفتگو 3
امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ حفظہ اللہ کی فراست 8
امریکی بلاک بمقابلہ روسی بلاک 10
جانی خیل کی فتح سے دشمن پست ہوا ہے! 13
مجاہدین کی نئی تبدیلیاں اندازے اور حقائق 14
افغان پولیس نیٹو حملوں کی زد میں 16
مجاہدین مسلمانوں کے ہمدرد ہیں 17
عوام کس کے ساتھ ہیں؟ 18
افغانستان مجاہدین کے ہاتھ آرہا ہے 20
بدعوانی اور سیگار کی رپورٹ 21
کٹھ پتلی فوج شکست کے دھانے پر 22
ایف سولہ کی تباہی اور عظیم فتوحات 24
کمزور اشرف غنی پر مغرب کی تنقید 25
مجاہدین کامیاب یا ناکام؟ 26
امریکی ایجنٹوں کو پہچان لیں 28
انس حقانی کی گرفتاری 32
غیر منظم کابل انتظامیہ اور ملک کا مستقبل 34
مسلم ممالک خوشحال کیوں نہیں؟ 35
سلطان آغا کی ٹائم پاس کہانی 37
نئی امریکی ڈکشنری کے لیے مفتیوں کی تلاش 38
رابرٹ بیلز اور انس حقانی 39
جنگی جرائم؛ اگست 2016 40
افغانستان اگست {2016} 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

ادا ریہ!

نئے امیر کی زیر قیادت عظیم فتوحات اور دشمن کے جھوٹے پروپیگنڈے

جنگ میں دشمن کے خلاف پروپیگنڈہ ایک کامیاب اور اہم ہتھیار ہے اور دشمن کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہونا جنگ میں شکست تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔

امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اپنے تمام نشریاتی اداروں کے ساتھ دیگر کئی ممالک کے ذرائع ابلاغ کو مختلف طریقوں سے جنگ سے پہلے اور دوران جنگ خوب استعمال کیا۔ اور بد قسمتی سے اسلامی دنیا کے تمام لبرل، سیکولر اور ضعیف الایمان لوگ ان کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو گئے تھے، اولعزم مجاہدین اور دنیا کے راسخ العقیدہ اور مضبوط ایمان کے مالک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین، شریعت کی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل ہی کو کامیابی سمجھنے والے تھے وہ ان پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوئے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ باطل تمام تر وسائل کے باوجود ناکام و نامراد ہو کر رہے گا۔

عالمی میڈیا پر کافی عرصہ سے امریکا کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا کہ امریکہ ایک ناقابل شکست قوت ہے، دنیا کی کوئی قوت امریکہ کے ساتھ مقابلے اور جنگ کی جرات نہیں کر سکتی اور اگر بالفرض کوئی جنگ شروع بھی کرتا ہے تو اسے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا پائے گا۔ یہ باتیں سن کر لوگ بڑی حیرانگی کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ طالبان نے امریکہ کے مطالبات رد کر کے کیسے امریکہ کے مقابلے میں نکلنے کا فیصلہ کر لیا ہے؟

امریکا کو پروپیگنڈے اور میڈیا کی اہمیت کا اندازہ تھا اس لئے اس نے افغانستان پر حملہ کرنے کے بعد میڈیا پر مزید توجہ مرکوز کر دی اور ملک کے اندر اور باہر تمام ذرائع ابلاغ کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کر کے خوب فائدہ اٹھایا۔

افغانستان میں جاری جنگ میں مختلف حوالوں سے امریکا کی کمزوریاں ظاہر ہو گئیں اور وہ کسی بھی طرح اپنی کمزوری کو نہ چھپا سکا لیکن یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس کے میڈیا اور نشریاتی میدان میں کسی قسم کی کمزوری نہیں آئی بلکہ حقائق کو مسخ کرنے اور لوگوں کو بہلانے پھسلانے میں مزید ترقی کر لی ہے۔ اپنی چھوٹی سی پیش قدمی کو بڑی بنا کر پیش کرنا اور مخالفین کی بڑی بڑی فتوحات کو شکست سے تعبیر کرنا اور ایک چھوٹی سی مشکل کو بڑا اژدھا بنا کر پیش کرنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کی خبر پھیلنے کے بعد امارت کے تمام قائدین نے ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی صرف گنتی کے چند افراد نے بیعت میں توقف کیا تو امریکی میڈیا نے اس توقف کو امارت کے دو ٹکڑے ہونے سے تعبیر کیا اور بڑے منظم طریقے سے اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعے بڑے زور و شور سے پروپیگنڈہ کیا کہ طالبان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور اب ان کا ایک قیادت پر جمع ہونا نا ممکن ہے۔ باوجودیکہ چند دن بعد امارت کا کوئی بھی چھوٹا یا بڑا کارکن ایسا نہیں رہا جس نے ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی بیعت نہ کی ہو اور کسی قسم کی کوئی مخالفت باقی نہ رہی تب بھی ان کے جھوٹے پروپیگنڈے جاری رہے کہ طالبان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

یہ درست ہے کہ امریکا کے ہاتھوں امیر المومنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی شہادت ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔ لیکن امریکی ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کو مایوس اور نا امید کرنے کے لیے اس حادثہ کو اتنا بڑا بنا کر پیش کیا کہ خدانخواستہ امارت کا سقوط ہو گیا ہو اور جہادی کارروائیاں بند ہونے والی ہوں۔ پھر امیر المومنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد جب تمام مسلمانوں اور غیور مجاہدین نے شیخ الحدیث مولانا ہیبت اللہ اخندزادہ کو اپنا امیر بنا لیا اور الحمد للہ کہیں سے بھی مخالفت کی کوئی آواز نہ آئی۔ اور امریکا کے پاس اب اس پروپیگنڈے کے لیے کچھ باقی نہ رہا کہ طالبان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں تو یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ طالبان کے نئے امیر جنگی تجربہ نہیں رکھتے اس لئے کامیابی کے ساتھ جنگ کی قیادت نہیں کر سکیں گے اور یوں بہت جلد طالبان جنگی میدان میں ہار جائیں گے۔ خطے کے وہ لوگ جو بزعم خود بڑے مبصر اور تجزیہ کار بنے ہوئے تھے امریکہ کے ان پروپیگنڈوں سے متاثر ہو گئے اور انہیں دہراتے تھکتے نہیں تھے۔

یہ لوگ یہ بات بھول گئے تھے کہ امارت اسلامیہ ایک سادہ لیکن منظم ادارہ ہے، یہاں شورائی نظام ہے، امارت کی قیادت وراثت میں نہیں بلکہ اہلیت کی بنا پر چنی جاتی ہے۔ فرزندان امارت اسلامیہ قائدین کی رحلت پر غمگین ضرور ہوں گے لیکن قائدین کی رحلت سے جاری جہاد میں کسی قسم کی کمزوری یا بدنظمی نہیں آنے دیں گے۔

دنیا اس بات کو یاد رکھے کہ امارت اسلامیہ کے تمام قائدین جو تقریباً گزشتہ بیس برس سے ملک و ملت کی خدمت اور جہادی سرگرمیوں میں مصروف تھے ان میں سے ہر ایک الحمد للہ میدان کارزار اور راہ سیاست کا منجھا ہوا شہسوار اور صحیح معنوں میں قیادت سنبھالنے کا اہل ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ طالبان جہاد اپنے کسی قائد ور ہنما کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لیے کر رہے ہیں اس لیے قائدین کی رحلت سے نہ ان میں کمزوری آتی ہے اور نہ ہی سستی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ ہیبت اللہ مدظلہ کی قیادت سنبھالنے کے بعد نہ صرف یہ کہ جہادی کارروائیاں کم نہ ہوئیں بلکہ ان میں مزید تیزی اور بڑھوتری آگئی ہے، انہی کی قیادت میں مجاہدین نے شمال سے جنوب تک بڑے بڑے صوبے، اضلاع اور علاقوں کے علاقے فتح کئے ہیں۔ دشمن کے بڑے فوجی مراکز پر قبضہ کر لیا ہے، مالی نقصان کے ساتھ ساتھ دشمن کو بڑے جانی نقصان سے بھی دوچار کیا ہے۔ کابل ادارے کے کئی اہلکار مجاہدین سے آملے ہیں اور الحمد للہ کابل ادارہ اور بیرونی افواج کے اوسان خطا ہو رہے ہیں حتیٰ کہ اب وہ اپنی گھبراہٹ اور پریشانی کو بھی نہیں چھپا سکتے، انہیں اب سمجھ نہیں آرہا ہے کہ کیا کریں، ان کا اگر کوئی کام ہے تو وہ یہ کہ آقا اور غلام شکست کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے میں مصروف ہیں۔

ہمیں یقین ہے اور اپنے ہم وطنوں اور تمام مسلمانوں کو یہ اطمینان دیتے ہیں کہ مجاہدین کی فتوحات کا تسلسل ابھی جاری ہے ان شاء اللہ آقا اور غلام دونوں بہت جلد شرمناک شکست سے دوچار ہوں گے اور ان غاصبوں کے ناپاک قدموں سے ہماری سرزمین پاک اور شر سے پورا خطہ امن میں ہو جائے گا۔

ابو عابد

علم اور جہاد کے خادم شیخ الحدیث مولوی ندا محمد ندیم صاحب سے گفتگو

سوال:

محترم شیخ صاحب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور گفتگو کے لیے وقت دینے پر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ہمارے قارئین سے اپنا تعارف کرائیں۔

جواب:

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على إمام المجاهدين المبعوث رحمة للعالمين نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وعلى أله وأصحابه والتابعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين ، امابعد :

میرا نام ندا محمد ندیم ہے۔ قندہار کا شہری ہوں اور عسکری کمیشن شمال مغربی زون کے حلقے کا ذمہ دار ہوں۔

سوال: آپ کے حلقہء ذمہ داری میں جو علاقے آتے ہیں وہاں موجودہ جہادی حالات کے حوالے سے کچھ معلومات دیں۔ ہر صوبے کے حوالے سے مختصر منظر کشی کہ کتنا علاقہ آپ لوگوں کے پاس ہے اور کتنا دشمن کے۔ مجاہدین کی قوت کتنی ہے۔ امارت اسلامیہ سے ان کی وفاداری اور ان کے آپس کے اتحاد کے بارے میں معلومات ہم سے شریک کریں۔

جواب: شمال مغربی زون کے حلقے سے متعلقہ صوبے فاریاب، بادغیس، جوزجان، سرپل اور غور ہیں۔ مجموعی طور پر ان صوبوں کے اکثر علاقوں میں امارت اسلامیہ کی حاکمیت مضبوط ہے اور یہاں عوام امن اور شرعی نظام کے سائے میں سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حلقے کے تمام صوبوں کے جہادی حالات پر صحیح معلومات جاننے کے لیے یہاں ہر صوبے پر الگ الگ بات کریں گے۔

فاریاب: فاریاب میں خواجہ ناموسی اور ضلع خیبر مکمل طور پر مجاہدین کے ہاتھ میں ہیں اور پشتونکوٹ، جمعہ بازار، شیرین تگاب، دولت آباد، لولاش، بندر اور المار کے اضلاع کے صرف ضلعی مراکز دشمن کے ہاتھ میں ہیں باقی سارا ضلع مجاہدین کے پاس ہے۔ قیصار اور چہلگزی کے اضلاع آدھے سے زیادہ مجاہدین کے ہاتھ میں ہیں۔ اندخوئی، بلچراغ اور گرزیوان کے کچھ علاقوں میں مجاہدین کی حکومت مضبوط ہے اور وہاں متحرک جہادی تحریکات موجود ہیں۔

مجموعی طور پر فاریاب میں مجاہدین الحمد للہ بلند حوصلہ کے ساتھ قوت میں ہیں۔ دشمن شدید گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار ہے۔ اور اس گھبراہٹ کی وجہ سے وہ اپنے دفاع کی فکر میں ہے۔ فاریاب کا مرکز میمنہ شہر گذشتہ سال سے جب سے خواجہ ناموسی کا ضلع فتح ہوا ہے مسلسل مجاہدین کے حملوں کی زد پر ہے۔ اور ان شاء اللہ میمنہ کی فتح مجاہدین کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ فاریاب میں اب 4000 کے قریب فعال مسلح مجاہدین خدمت کر رہے ہیں جن میں ازبک، پشتون، تاجک، ترکمن اور عرب سب شامل ہیں۔

بادغیس: صوبہ بادغیس کا ضلع تگاب عالم مکمل طور پر مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ بالا مرغاب، درہ بوم اور جوند کے اضلاع میں سے صرف مراکز دشمن کے پاس ہیں باقی پورے کے پورے اضلاع پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ ان کے علاوہ اس صوبے کے بقیہ اضلاع میں بھی اکثر علاقوں پر مجاہدین کا سکہ چلتا ہے۔ جن اضلاع پر دشمن کا قبضہ برقرار ہے ان کے راستے بھی مجاہدین نے بند کر رکھے ہیں۔ دشمن وہاں موجود اپنے فوجیوں کو وسائل فضائی راستے سے پہنچاتا ہے۔ ضلع غورماچ بہت عرصہ سے مجاہدین کے محاصرے میں تھا آج اور ابھی جب میں آپ سے بات کر رہا ہوں تو غورماچ پر مجاہدین کے شدید فیصلہ کن حملے جاری ہیں امید ہے ان شاء اللہ مجاہدین کو فتح ہوگی۔ بادغیس میں 6000 کے قریب مجاہدین خدمت کر رہے ہیں۔

سرپل: سرپل میں کوہستانات، شرم، الفتح اور البدر اضلاع پر مجاہدین کا قبضہ بہت مضبوط ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ البدر اور الفتح کے اضلاع جو پہلے ضلع کوہستانات کا حصہ تھے امارت اسلامیہ کی جانب سے عوامی اور عسکری ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں الگ کر کے دو اضلاع کا درجہ دیا گیا۔ صوبہ سرپل کے دیگر اضلاع میں صرف ضلعی مراکز یا مراکز کے ساتھ کچھ اور علاقے

دشمن کے پاس ہیں باقی سارے علاقے مجاہدین کے پاس ہیں۔ اس صوبے کا مرکز بھی مجاہدین کی مسلسل نظر میں ہے۔ مرکز کے اکثر علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ سرپل 2000 کے قریب مجاہدین موجود ہیں۔

جوزجان: اگرچہ رواں سال دوستم کے ہزاروں گلم جم ملیشیا کے اہلکار جوزجان میں موجود رہے۔ ان کے فوجی آپریشن اور کارروائیوں سے مجاہدین کی پیش قدمی کا راستہ بند رہا۔ مگر قوش تیپی اور درز آب کے اضلاع میں مراکز کے علاوہ تمام علاقے مجاہدین نے اپنی کنٹرول میں لے لیے ہیں۔ پورے جوزجان میں آپریشنوں کا مقابلہ کر کے اپنی مضبوط صفوں کا قیام برقرار رکھا۔ ان دو اضلاع کے علاوہ ہر ضلع میں مجاہدین نے گوریلا کارروائیاں کر کے دشمن کو خوب نقصان پہنچایا ہے۔ قوش تیپی اور درز آب کے ضلعی مراکز بھی مجاہدین کے محاصرے میں ہیں اور فتح کی امید بہت زیادہ ہے۔ جوزجان میں 2000 کے قریب مسلح مجاہدین جہاد میں مصروف ہیں۔

غور: غور کے ضلع مرغاب میں مکمل طور پر مجاہدین حاکم ہیں۔ دیگر اضلاع میں مجاہدین بہت فعال ہیں۔ اکثر علاقوں کے صرف مراکز دشمن کے پاس ہیں۔ غور میں بھی 2000 کے قریب مجاہدین امارت اسلامیہ کے جھنڈے تلے جہاد کر رہے ہیں۔

حلقے کے متعلقہ صوبوں میں الحمدللہ مجاہدین پورے اتحاد واتفاق سے جہاد کر رہے ہیں اور کسی قسم کا کوئی لسانی، علاقائی اور قومی اختلاف ان کے درمیان نہیں ہے۔ ذمہ داران سے لے کر عام مجاہدین تک سب امارت اسلامیہ کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اور امارت اسلامیہ جس کو ذمہ دار کے طور پر متعین کر دیتی ہے اس کی اطاعت لازمی کرتے ہیں۔ ابھی اس وقت بھی فاریاب کا گورنر سرپل کے ایک شہری ہے جو قوم کے اعتبار سے تاجک ہے۔ اس کا نائب پشتون اور صوبائی کمیشن کا ذمہ دار ازبک ہے جو فاریاب کا رہنے والا ہے۔ پورے فاریاب سے یہ نہیں سن پائیں گے کہ یہ ذمہ داران کیوں متعین کر رکھے ہیں۔ اسی طرح صوبہ غور کا گورنر ہلمند سے تعلق رکھتا ہے اور بادغیس کا گورنر دایکندی کا شہری ہے۔ حلقے کے تمام صوبوں میں مجاہدین کے درمیان مثالی تعاون، محبت اور یگانگت کی فضا قائم ہے۔ اس کی مثال پیش کرنے کے لیے عرض کروں کہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی مجاہدین نے مل کر آپریشن کیے۔ فاریاب، بادغیس اور سرپل کے مجاہدین نے غور میں غور کے مجاہدین کے ساتھ مل کے بڑے آپریشن کیے۔ مجاہدین کی تربیت اور اسلحہ کی فراہمی کا نظام بہت مضبوط اور فعال ہے۔

صرف فاریاب کے معسکر سے حال ہی میں درجنوں کی تعداد میں مجاہدین فارغ ہو کر نکلے ہیں۔ حلقے کے متعلقہ صوبوں کے مجاہدین کے پاس جنگ کے لیے اب بھی 20 بکتر بند گاڑیاں، 60 عام فوجی گاڑیاں ہیں۔ دشمن سے بڑی تعداد میں اسلحہ غنیمت میں آنے کے بعد الحمدللہ مجاہدین خود کفیل ہو گئے ہیں۔ ضرورت کے مطابق بھاری اسلحہ بھی ہے مجاہدین کے پاس، مثال کے طور پر مجاہدین کے پاس دو سال پہلے ایک دہشکہ بھی نہیں تھا اب الحمدللہ دس دہشکے موجود ہیں۔

سوال: آپ کی ذمہ داری کے حلقوں میں امارت اسلامیہ کے ساتھ عوامی تعاون کتنا ہے؟ امارت اسلامیہ کے ساتھ مجاہدین کے تعاون کی کچھ مثالیں اگر پیش کریں؟

جواب: حلقے سے مربوط صوبوں میں الحمدللہ مجاہدین کے ساتھ عوامی تعاون سو فیصد موجود ہے۔ ان علاقوں کے لوگ مجاہدین کو اپنا محسن سمجھتے ہیں۔ یہاں کے لوگ سابقہ چوروں، لٹیروں اور ڈکیتوں کی ملیشیا سے تنگ آ چکے ہیں۔ ان کی جان ومال کے وہ خود مالک نہ تھے۔ ظالمانہ ٹیکس وصول کیے جاتے رہے اور اگر کسی کو وہ لوگ قتل کر دیتے تو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا، امارت اسلامیہ کے مجاہدین ان کے لیے نجات کے فرشتے ہیں۔ مجاہدین کی حاکمیت کے علاقوں میں عوام باعزت زندگی گذارتے ہیں۔ اسلامی عدالتوں میں عزت کی زندگی گذارتے ہیں۔ ان کی شکایت سنی جاتی ہے اور انہیں اپنے تمام تر انسانی اور اسلامی حقوق میسر ہیں۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے ہر طرح کا تعاون مثالی ہے۔ اس کی چند مثالیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل صوبہ بادغیس کے بالا مرغاب میں دشمن سے شدید جنگ ہوئی۔ اس جنگ کے دوران علاقے کے لوگوں نے اپنے گھروں میں دنبے کاٹے، گوشت بہت اچھی طرح پکایا اور مجاہدین کے مورچوں تک پہنچایا۔ جنگ کے شدید مراحل میں مجاہدین کو گوشت اور روٹی مورچوں تک پہنچائی۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں گولیوں کی بارش میں جو لوگ مورچوں تک کھانا پہنچانے آئیں ان کی مجاہدین سے محبت کتنی ہو گی۔

فاریاب ضلع گرزیوان میں رمضان کے مہینے میں شدید لڑائی ہو جس میں ہمارے تین انتہائی بہادر ساتھی شہید ہو گئے۔ میں شہداء کو دیکھنے کے لیے نیچے آیا تو علاقے کے بہت سے بزرگ شہری اور علماء بھی شہداء کی زیارت کے لیے آئے تھے میں نے شہداء کے چہروں سے چادریں ہٹائیں اور ان کے چہرے نظر آئے تو وہاں

موجود سب لوگ رونے لگے۔ علاقے کے علماء اور بزرگ ایسے روئے کہ جیسے ان کے اپنے بیٹے شہید ہوئے ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ اکثر علاقوں کے لوگوں نے مجاہدین کے لیے اسلحہ خریدا اور اپنی مرضی سے کبھی کبھی رسد اور کمک فراہم کرتے ہیں۔ میرے حلقے کے تمام صوبوں میں، میں نے دیکھا ہے کہ جب جنگ شروع ہو جاتی ہے تو علاقے کے سارے لوگ خدمت کے لیے پہنچ جاتے ہیں۔ جنگ میں کوئی زخمی ہو جائے تو ڈاکٹر ان کی خدمت اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ شہداء کی منتقلی کے لیے لوگ اپنی گاڑیاں خود لا کر حاضر کر دیتے ہیں۔

سوال: عمری آپریشن کے سلسلے میں رواں سال بہار کے موسم سے اب تک آپ کے علاقے میں کون سی پیش رفت ہوئی۔ اس حوالے سے معلومات دیں۔

جواب: عمری آپریشن کے آغاز سے اب تک الحمدللہ ہمارے حلقے کے متعلقہ صوبوں میں مجاہدین نے بہت پیش رفت کی ہے۔ جس میں وسیع علاقے دشمن کے قبضے سے آزاد کرائے گئے ہیں۔ بڑے پیمانے پر دشمن کو جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ ان اضلاع کے نام ذرا تفصیل سے بتاتا ہوں جہاں ابھی فتوحات ہوئی ہیں۔

فاریاب: ضلع قیصار کے خواجہ ذات خوان، ارکلیک وزعفران، بیدکی، چلنک، آقمس، بورہ غان اور طوی مست، ضلع پشتونکوٹ کے خورترک، چند گاوں سمیت تیلان اور غنڈہ سنگ علاقے، ضلع گرزیوان کے گنج اور تگاب ایشان کے علاقے، ضلع شیرین تگاب کے آستانہ بابا، ضلع لولاش کے دقدوق اور شورہ کے علاقے، ضلع بندر کاہستان، ضلع بلچراغ کا کتہ قاش اور کارخانہ، ضلع جمعہ بازار کا کلہ کلاں، قرہ شیخ اور خواجہ قشری کا علاقہ اور ضلع المار کا قرائی کا علاقہ۔

قرائی کا وسیع علاقہ عوام کی ضروریات اور عسکری نظم و ضبط کی ضرورت کے تحت اسے باقاعدہ ضلع کا درجہ دیا گیا جس کا نام خیبر رکھا گیا۔

ان علاقوں میں سے اکثر علاقے اب بھی مجاہدین کے پاس ہیں کچھ علاقوں سے مجاہدین نے واپس عقب نشینی کر لی ہے۔

بادغیس: ضلع قادس میں غیب علی اور لوگر کے علاقے، ضلع جوند میں ازبکیوں سے کورتیج نامی علاقے کی صفائی، غورماچ میں مستوخیلو کا علاقہ، آب کمر میں ازبکیوں کا سینہ اردو کے علاقے میں دس گاوں سے صفایا، ضلع مرغاب میں اکازو کے وسیع علاقے کا صفایا۔

سرپل: ضلع سنگ چارک میں مسجد سبز اور توپخانے کا علاقہ، تاغای خواجہ اور تبر مہی کا علاقہ اور گجواکا اہم علاقہ۔ ضلع سوزمہ قلعہ میں چاریک، تنزیل، گورکاب اور دو مزید علاقوں سے دشمن کا صفایا۔

جوزجان: فیض آباد میں ازبکیوں کے گرجک کا اہم اور اسٹریٹجک علاقہ اور ضلع سے مربوط 16 اہم گاوں، ضلع قوشیپہ میں شیر بیگ اور دیگر وسیع علاقوں کا تصفیہ، ضلع خانقاہ میں ازبکیوں سے دس گاوں کا تصفیہ، اور اب حال ہی میں ضلع قوت شیپہ میں چقمہ چقور کا علاقہ اور کلان کلا گاوں کی فتح

غور: ضع شینکوٹ میں شدید لڑائی میں بڑے علاقوں کی فتح، ضلع ساغر کے بالائی حصے میں وسیع علاقے کی فتح۔ ضلع چخچران اور چہارصدی کے اضلاع میں سومک اور فلاخر کے وسیع علاقے اور شہرک کے اضلاع کے وسیع علاقوں میں مجاہدین کے ہاتھوں فتوحات۔

مذکورہ علاقوں کی فتح کے بعد مجاہدین نے آپریشن میں درجنوں چیک پوسٹیں اور عسکری مراکز بھی فتح کر دیے اور سینکڑوں دشمنوں کو ہلاک اور زخمی کر ڈالا۔ اسی طرح ان کارروائیوں کے دوران مجاہدین نے دشمن کی بہت سی گاڑیاں اور طرح طرح کے اسلحے غنیمت میں حاصل کر لیے۔

سوال: جنرل دوستم گذشتہ سال اور اس سال بار بار فاریاب، جوزجان اور سرپل کے علاقوں میں آیا۔ یہاں بار بار فوج بھیجی اور مجاہدین کے ختم کرنے کے دعوے کیے۔ ان کے ان دعووں کے حوالے سے کچھ معلومات دیں کہ یہ واقعی سچے تھے یا مجاہدین کے مقابلے میں شکست کھائی؟

جواب: آپ جانتے ہیں الحمدللہ دوستم گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی تمام کارروائیوں میں ناکام ہو کر لوٹا۔ دوستم چاہتا ہے کہ فوجی دباو، مختلف فریبوں اور پروپیگنڈے کے ذریعے پھر سے اپنا پرانا علاقائی اقتدار حاصل کر لے۔ اور اپنے اثرورسوخ کے علاقے سے مجاہدین کو واپس پسپا کر دے۔ جب بھی آتا ہے ہزاروں کی تعداد میں اپنے ساتھ فوج لاتا ہے۔ جو طیاروں اور ٹینکوں سے مسلح ہوتی ہے تاکہ مجاہدین پر بڑے حملے کر دے۔ مجاہدین کی مضبوط مزاحمت کے بعد مجاہدین کے درمیان قومی اور لسانی اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مجاہدین کو فون کرتا ہے اور وائرلیس پر گفتگو کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم تو میری قوم کے افراد ہو تم کیوں پشتونوں کے ساتھی ہو گئے۔ میرے پاس آجاو میں تمھیں خوب مالا مال

کر دوں گا۔ دولت، عہدے اور ہر قسم کی آزادی دوں گا مگر مجاہدین جواب میں کہتے ہیں کہ تم کافر اور مرتد ہو ہم مسلمان ہیں ایک کافر اور مسلمان ایک دوسرے کے دوست کیسے ہوسکتے ہیں۔ ہم اپنے دیگر بھائیوں سے مل کر تمھارے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ دوستم یہاں سے جب مایوس ہوجاتا ہے تو عام لوگوں پر مظالم شروع کر دیتا ہے اور عام لوگوں کو شہید کر دیتا ہے۔ انہیں قید کرتا ہے۔ ان کے گھر لوٹ لیتا ہے۔ اور پھر میڈیا پر طالبان کے خلاف آپریشن کی رپورٹیں دیتا ہے۔ دوستم نے اپنے حالیہ کارروائیوں میں دولت آباد اور شیرین تگاب کے اضلاع میں بہت سے گاوں پر چڑھائی کی۔ رمضان مبارک کے مہینے میں لوگوں کے درجنوں گھر جلاڈالے ۔ بہت سے دکانوں کو آگ لگائی، جن میں سے اکثر مبائلوں اور دیگر قیمتی اشیاء کی تھیں۔ علاقے کے بہت سے لوگوں کو شہید اور زخمی کیا۔ علاقے سے 70 کے قریب بوڑھوں کو اپنے ساتھ لے کر گیا جن میں سے اکثر کسان اور چرواہے تھے۔ لوگوں کے 50 عدد موٹر سائیکل اور سینکڑوں کی تعداد میں مویشی لے کر چلا گیا۔ گھروں سے قیمتی برتن، قالین، بستر اور دیگر چیزیں لوٹ لیں۔

سوال: چند دن قبل امریکی فوج کے چیف آف آرمی اسٹاف ڈانفورڈ اور افغانستان میں ناٹو اور امریکی فوج کے عمومی کمانڈر جنرل نیکلسن نے بیانات کے سلسلے میں کہا کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین رواں سال گرمی یا جنگی موسم میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کرپائے ہیں۔ عسکری کمیشن کے ایک رکن اور امارت اسلامیہ کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے اس حوالے سے آپ کی رائے کیا ہے اور دشمن کے ہاں اس خبر کا مطلب کیا ہے؟

جواب: امریکا اور اس کے کٹھ پتلیوں نے ہمیشہ یہ کوشش کہ ہے مجاہدین کی خدمات اور کمالات کو چھپا کر رکھیں۔ رواں سال اگر مجاہدین کو کوئی کامیابی نہیں ملی ہے تو پھر نکلسن پینٹاگون میں یہ اعتراف کیوں کرتا ہے کہ کابل انتظامیہ اور مجاہدین کے درمیان رواں جنگ بالکل جام ہوچکی ہے۔ یعنی کابل انتظامیہ طالبان کے مقابلے میں کوئی پیش رفت نہیں کرپارہی۔ اسی بات کی تائید اور تشریح پگواش تنظیم کے دارالانشاء کے سربراہ نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے کی۔ اس واضح طور پر کہا کہ حکومت طالبان کو شکست نہیں دے سکتی۔ اس جنرل نے کیوں اعلان کیا کہ محض جولائی کے مہینے میں 900 فوجی طالبان کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہیں۔ وزارت دفاع نے اگست کے مہینے میں رپورٹ جاری کی کہ 1000 کے قریب فوجی اس ماہ میں ہلاک ہوچکے ہیں۔ ان کی باتیں کیسے دنیا کے لیے قابل تسلیم ہوسکتی ہیں جب امارت اسلامیہ نے ایک بار پھر قندوز فتح کر دیا۔ ہلمند، ارزگان، فراہ، فاریاب اور سرپل کے مرکزی شہروں کے دروازوں پر مجاہدین دستک دے رہے ہیں۔ میرے خیال میں اب وہ وقت گذر چکا جب امریکا لوگوں کو پروپیگنڈہ کر کے دھوکہ دیتا تھا۔ ہمیں اطمینان ہے کہ ہمارے عوام کو مجاہدین کی کامیابیوں کا خوب اندازہ ہے اور وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

سوال: جنابِ شیخ صاحب ہماری معلومات کے مطابق اس سے قبل آپ کی زندگی کا بڑا حصہ دینی علوم کی تعلیم و تعلم میں گذرا ہے۔ مگر حال میں آپ نے مسلح جہاد کا رخ کیا۔ وجہ کیا تھی؟ آپ نے جہاد کو کیوں اتنا ضروری سمجھا کہ اس کے لیے تدریس کی قربانی دی۔ مہربانی فرما کر جہاد کی اہمیت اور ضرورت کے حوالے سے کچھ وضاحت کر دیں۔

جواب: دینی علوم کی تدریس کے دوران میں تدریس کے ساتھ ساتھ جہادی خدمات بھی انجام دیتا تھا۔ حتی کہ موقوف علیہ اور دورہ حدیث کے سال بھی۔ مگر تدریس کے دوران زیادہ وقت تدریس کو دیا۔ جب امیر المومنین شہید رحمہ اللہ کی جانب سے مجھے موجودہ عہدہ حوالہ کیا گیا تو ساتھ یہ ہدایت بھی کی کہ تمھارا مقصد اصلی جہادی خدمت ہوگا۔ ساتھ میں تدریس بھی کرتے رہنا۔ اگرچہ امیر کی جانب سے تدریس کی جانب تھی مگر سونپی گئی ذمہ داری کو کماحقہ ادا کرنے کے لیے مجاہدین کے ساتھ مورچوں میں رہنا، ان کے کاموں کو بہت قریب سے دیکھنا اور اصلاح کی کوشش، پیش رفت کا جائزہ یہ سب کچھ آسان نہ تھا۔ تفسیر، احادیث مبارکہ، فقہ اور دیگر علوم کی تدریس واقعتا ایک بڑی خدمت ہے اور اسے پورا کرنا لازمی ہے مگر محاذوں کو بھی علماء کرام کی اشد ضرورت ہے۔ وہ مجاہد جو اسلام، مدارس، اسلامی سرزمین اور ناموس کے دفاع کی خاطر سروں کی قربانیاں دے رہے ہیں۔ اپنی پڑھائی اور دنیا کے کام چھوڑ کر آئے ہیں۔ کئی کئی ماہ تک شدید حالات میں رہتے ہیں ان کا علماء پر حق ہے کہ علماء ان کی رہنمائی کریں۔ اور انہیں اطمینان دلائیں کہ تمھارے اساتذہ بھی تمھارے ساتھ محاذوں پر موجود ہیں۔

سوال: آپ کے خیال میں جہاد کے آداب کون سے ہیں؟ مجاہد کو اپنی دن رات کی زندگی کیسی گذارنی چاہیے؟ مختصرا اگر ایک سچے اور معیاری مجاہد کی صفات بتادیں

جواب: وہ مجاہد جو جہاد کے آداب کا خیال رکھے اور اپنے آپ میں یہ سب چیزیں

پیدا کرے۔ اسے ہم حقیقی مجاہد کہہ سکتے ہیں۔ مجاہد ہمیشہ اللہ کا ذکر کرے، مجاہد مخلص ہو، ریاکاری سے بچے، تقوی دار ہو اور فسق وفجور سے بچتا ہو، اپنے امراء کی اطاعت کرے، سچ بولے، غدار نہ ہو، تکبر اور خود پسندی سے دور ہو، مجاہد صابر اور شاکر ہو، میدان جنگ میں ثابت قدمی دکھائے، اچھی تدبیر کا مالک ہو، جنگ میں لوگوں کے جان ومال کے تحفظ کا خیال رکھے، اپنے اسلحہ کی خوب حفاظت کرے، اختلافات سے خود کو بچائے، ایثار کی صفت اپنے آپ میں پیدا کرے اور ساتھیوں کے ساتھ بہترین رویہ رکھے یہ سب ایک بہترین اور آئیڈیل مجاہد کے اخلاق ہیں۔

سوال: جہاد ایک انتہائی مشکل راستہ ہے۔ اتنا سخت کہ اس کا نام ہی مشقتیں سہنے اور کوشش کرنے سے لیا گیا ہے۔ اس راہ کے کچھ مراحل میں کبھی کبھی مجاہدین کو مایوسی سی محسوس ہوتی ہے اور کبھی عزم اور حوصلہ ٹوٹ سا جاتا ہے۔ آپ کے خیال میں وہ کون سے اسباب ہیں جو مجاہد کا عزم ہمیشہ مضبوط رکھتے ہیں۔ اور ایک آدمی کو ایک ناقابل شکست اور کفر کے خلاف ایک ناقابل تسخیر مجاہد بنا دیتے ہیں۔

جواب: جہاد واقعتا ایک سخت اور کٹھن راستہ ہے۔ شہادتیں، زخم اور قید اس کے لازمی اشیاء ہیں۔ مگر ایک مومن جب اتنی تکالیف کے باوجود بھی جہاد کا راستہ اختیار کرتا ہے یہ اللہ تعالی کی عطا اور دل میں ایمان کی روشنی کی برکت ہوتی ہے۔ جو دنیا میں فرضیت کی ادائیگی اور آخرت میں اللہ کی رضا اور جنت کے دخول کی نیت سے کی جاتی ہے۔ اتنی بڑی فرضیت کی ادائیگی میں شیطان بھی اتنی ہی کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح انہیں روک دیں۔ مجاہد اگر جنگ میں حوصلہ ہارتا ہے یا کود کو کمزور سمجھتا ہے تو اسے چاہیے اس کو شیطان کی چال سمجھے۔ اور اس سے بچنے کے لیے کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی جانب رجوع کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے:

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا، و قال الله تعالى : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ – و قال الله تعالى : وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ۔

اللہ تعالی مجاہد کو ثابت قدم رہنے کا حکم دیتا ہے۔ ہمت ہارنے اور سستی سے منع کرتا ہے۔ اپنی مشکلات پر صبر کرنی ہوگی اس کی شکایت نہین کرے گا اور صبر میں مقابلہ یہ کہ کفار کے ساتھ صبر میں مقابلہ کیا جائے۔ اگر کافر اپنی آسودہ زندگی چھوڑ کر اتنے دور دراز سے یہاں آتے ہیں اور آکر آپ کے پہاڑوں میں آپ سے لڑتے ہیں ایک مسلمان کو تو ہزار مرتبہ جہاد کے لیے اٹھنا چاہیے۔ اسی نیت سے جہاد کرے کہ زندہ ہوں تو اللہ تعالی ان قربانیوں کا بدلہ دیں گے۔ شہید ہو جاوں تو اللہ تعالی اپنی رضا اور جنت دیں گے۔ کافر کو تو اللہ تعالی سے یہ امید بھی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ ہمارے عظیم پیغمبر نے مجاہدین کے ساتھ محاذوں پر کتنی تکالیف اٹھائی ہیں۔ آپ کا مبارک خون گرا ہے اور آپ زخمی ہوئے ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام شہید ہوئے ہیں۔ ان تکالیف کے باوجود نہ صحابہ کا عزم ٹوٹا ہے نہ حضور ﷺ کبھی مایوس ہوئے ہیں۔ اب یہ ذمہ داری ہم تک پہنچی ہے۔

یہ ساری باتیں اگر ایک مجاہد ذہن میں رکھے تو پھر کیوں اپنا عزم ہار جائے گا؟ کیوں جہاد سے اکتا جائیں گے؟

سوال: آخر میں افغان عوام اور ہمارے قارئین کے لیے کوئی پیغام ہو تو ہمارے ساتھ شریک کریں۔

افغانستان کے مجاہد عوام اور آپ کے قارئین کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ تاریخ کے اس حساس ترین مرحلے پر ہر طبقے کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داریاں پہچانیں۔ علمائے کرام، شعراء وخطباء، ادیب اور دانشور، صاحب ثروت لوگ اور عام مسلمان اپنا کردار ادا کریں اور اپنے مجاہدین کی پشت پر کھڑے ہو کر ہر حوالے سے ان کی مدد کریں اور انہیں مالا مال کر دیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان دنیا بھر کے مسلمانوں کی واحد جہادی تحریک ہے جس کی جانب لوگوں کی امید کی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ افغان عوام نے امریکی جارحیت کے بعد سے اب تک بہت سی قربانیں دی ہیں مجاہدین کے ساتھ اپنی بساط کے مطابق ہر طرح کا تعاون کیا ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے تعاون کا سلسلہ جاری رکھیں۔ جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں کے خلاف جنگ کی طوالت اور کفری دنیا کے مکارانہ شیطانی پروپیگنڈے کی پروا نہ کریں۔ اپنے مجاہد بچوں کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے رہو۔ وہ دن دور نہیں جب اللہ تعالی کی نصرت اور مجاہد عوام کی بے دریغ قربانیوں سے ہی اللہ تعالی اس سرزمین پر اسلامی نظام قائم کرے گا۔ اور یہ عظیم قوم اسلامی نظام کے سائے میں آرام اور سکون کا سانس لے گی۔

امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ حفظہ اللہ کی فراست

شکور شفق

امارت اسلامیہ افغانستان کے سربراہ امیر المؤمنین شیخ القرآن والحدیث مولانا ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کی امارت پر بیعت کے ابتدائی ایام میں مغرب نواز میڈیا اور لکھاریوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ:

"موصوف عسکری تجربہ رکھتے ہیں اور نہ ہی سیاسی بصیرت، بلکہ وہ صرف عدالتی فیصلوں کے ماہر ہیں۔ اس لیے ان کے خیال میں مجاہدین کی فتوحات اور پیش رفت کا سلسلہ رُک کر ان کی سرگرمیاں اور کارروائیاں جمود کا شکار ہو جائیں گی۔"

جب عمری آپریشن کی اعصاب شکن کارروائیاں شروع ہوئیں تو کابل حکام حواس باختہ ہو گئے، افغانستان بھر میں حکومتی ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی، میڈیا بھی بے نقاب ہوا، اس کا مذموم پروپیگنڈا دم توڑ گیا، اس لیے اپنے جھوٹے دعووں کا جواز پیش کرنے کے لیے ایک بار پھر الزامات کا سہارا لیا گیا۔ ایک نے کہا کہ طالبان دوسروں کے اشاروں پر چل رہے ہیں۔ ہمسایہ ملک کے تعاون سے حملوں کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ دوسرے نے الزام عائد کیا کہ یہ ملک کو تباہ کر رہے ہیں، جب کہ صورت حال یہ ہے کہ مسندِ اقتدار پر بیٹھے ہوئے حکام کے پاس کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ وہ جارحیت پسند قوتوں کی مدد اور ان کی براہ راست کمان کے تحت اپنی قوم کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ کٹھ پتلی حکام امریکا اور نیٹو افواج سے احکامات لے کر اپنے ہی ملک اور عوام کے خلاف لڑائی میں مصروف ہیں۔ نوجوانوں کو ورغلایا گیا ہے۔ آئے روز بڑی تعداد میں آرمی اور پولیس کے اہل کار لقمۂ اجل بنتے ہیں، لیکن حکام کو اس کا احساس ہے اور نہ ہی بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو اپنی قیمتی زندگی اور آخرت کی فکر ہے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ وہ امریکی مفادات کے لیے کب تک قربانی دیتے رہیں گے؟

امارت اسلامیہ کے سابق امراء کی طرح موجودہ امیر کو بھی اللہ نے مؤمنانہ فراست بخش رکھی ہے۔ اس لیے انہوں نے عسکری و سیاسی بصیرت اور ایمانی قوت کے بل بوتے عمری آپریشن کو افغانستان کے کونے کونے تک پھیلا دیا ہے۔ دشمن پر تابڑتوڑ حملوں کا آغاز کر دیا ہے۔ قندوز، ہلمند، فراہ، اروزگان اور بغلان کے صوبائی دارالحکومتوں کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ کئی اضلاع پر امن کا سفید پرچم لہرا دیا گیا ہے۔

دشمن کے فضائی حملوں اور زمینی کارروائیوں کے مقابلے میں مجاہدین کے حوصلے بہت بلند ہیں۔ جنوبی اور مشرقی صوبوں میں بھی اسٹریٹجک اہمیت کے حامل علاقوں پر کنٹرول حاصل کر لیا گیا ہے۔ اب امید کی ایک نئی کرن پیدا ہوئی ہے کہ افغانستان کے باقی علاقوں سے بھی ظلم اور وحشت کے علَم برداروں کا صفایا کر دیا جائے گا۔

سامراج کے خلاف موجودہ جہاد کے تابڑتوڑ حملوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امارت اسلامیہ کے امیر علمی اور سیاسی صلاحیت کے علاوہ جہادی اور عسکری میدان کے تجربے کے حامل بھی ہیں۔ ایک مدبر اور دوراندیش قیادت کا انتخاب شوری ارکان کا بہترین فیصلہ تھا۔ ایک شرعی امیر کے لیے جو خصوصیات لازمی ہیں، وہ ان میں پائی جاتی ہیں۔ علم، تقوی، ہمت، جسمانی طاقت اور سیاسی بصیرت، ایسی ترجیحات ہیں، جو شریعت کی نگاہ سے ایک سربراہ کے لیے ضروری ہی نہیں، بلکہ بنیاد قرار دی گئی ہیں۔ ان صفات کی حامل شخصیت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مسلمانوں کی قیادت (امامت کبری) کا منصب سنبھالے۔

امارت اسلامیہ میں شخصیت پرستی کے بجائے اصولوں کی بنیاد پر قیادت کا انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ نئے امیر کے انتخاب کے وقت اسلامی اصولوں اور

قومی اقدار کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اس لیے اس طریقہ کار کے مطابق نئے امیر کا انتخاب اہلِ حل و عقد کے اراکین مخصوص صلاحیتوں اور اصولوں کی بنیاد پر کرتے ہیں۔ اس لیے میں وضاحت اور ذمہ داری کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت شیخ صاحب کا انتخاب بھی محض اتفاق رائے سے نہیں، بلکہ ان تمام اصولوں کی روشنی میں ہر پہلو سے اس کا جائزہ لینے کے بعد کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ شرعی امیر ہیں۔

امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور شہید تقبلہ اللہ کے انتخاب کے بعد بھی پروپیگنڈوں کا ایک باب کھولا گیا تھا۔ ہر روز نت نئے پروپیگنڈے کیے جاتے تھے۔ کبھی یہ کہا جاتا کہ مجاہدین دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔ کبھی یہ پروپیگنڈا کیا جاتا کہ ایک متوازی گروپ نے ملا اختر محمد منصور کے حامیوں کے خلاف ہتھیار اٹھا کر بغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ کبھی کبھار سرکاری سطح پر یہ اعلانات بھی کیے جاتے تھے کہ مجاہدین کے دونوں دھڑوں میں شدید لڑائی جاری ہے۔ جانبین کے سیکڑوں افراد جاں بحق ہوگئے ہیں، لیکن جب نئے امیر کا انتخاب عمل میں لایا گیا تو حکومت اور میڈیا نے پروپیگنڈوں کا رُخ تبدیل کر کے امیر المؤمنین کی صلاحیتوں، سیاسی بصیرت اور عسکری تجربے پر انگلیاں اٹھانا شروع کر دیں، تاکہ وہ مزدور فوج کے اہل کاروں کو اس طرح مصنوعی آکسیجن فراہم کر سکیں۔

بین الاقوامی برادری کو امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت کا مثالی امن اور بہترین انتظام اچھی طرح یاد ہے۔ وہ یہی (مجاہدین) تھے، جنہوں نے سیاست، ثقافت، عسکری اور معاشرتی لحاظ سے بہترین کارکردگی دکھائی۔ امن قائم تھا۔ ترقی کا نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ افغانستان اور اسلام کے لیے ان کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ مخالفین بھی ان کی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ قیام امن اور افیون کی کاشت کے خاتمے کے حوالے سے دنیا آج بھی اعتراف کرتی ہے۔

ہم اس وقت امارت اسلامیہ کے پلیٹ فارم سے امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کی قیادت میں سفید پرچم تلے قابض جارح قوتوں کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ ہم دوٹوک الفاظ میں اپنے اس مؤقف کو ایک بار پھر دہراتے ہیں کہ علماء کی جماعت کے سربراہ کی سیاسی بصیرت، عسکری تجربے اور علم و تقویٰ کی برکت ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین حیران کن کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ افغانستان کے طول و عرض میں متعدد صوبوں کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اس وقت ستر فیصد سے زیادہ رقبے پر ان کا کنٹرول ہے۔ پیش رفت کا شاندار سلسلہ جاری ہے۔ اس لیے ہم دشمن کے مذموم پروپیگنڈوں کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی قیادت پر بھرپور اعتماد ہے۔ ہم غیر متزلزل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں، کیوں کہ وہ ہمارے عقیدے کا تحفظ کرتے ہیں۔ ہماری امیدوں کو روشن کرنے کے لیے یہی ایک کرن ہے۔ ہمیں امید ہے وہ اسلام کے عادلانہ نظام سے مزین حکومت قائم کر کے لاکھوں شہداء کے ارمانوں کو پورا کریں گے۔

واضح رہے جن علاقوں پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے، وہاں مکمل امن ہے۔ تعلیمی ادارے فعال ہیں۔ امارت اسلامیہ کی حکومت کے تمام ادارے منظم انداز میں عوام کی خدمت میں مصروف ہیں۔ صحت کے شعبے کے لیے ہنگامی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ عوام کی شکایات دور کرنے کے لیے خصوصی کمیشن تشکیل دیا گیا ہے۔ صوبہ ہلمند میں بہترین اسپتال کا انتظام کیا گیا ہے، جس سے عوام بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مختلف صوبوں میں بڑے بڑے اجتماعات منعقد کیے جا رہے ہیں جن سے علمائے کرام امارت اسلامیہ کے مختلف اداروں کے سربراہان اور قومی معتمدین خطاب کرتے ہیں۔ انہیں بہترین تجاویز اور قیمتی آراء دی جاتی ہیں۔ جن کے مثبت نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ عوام خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ظالم حکومت کے وحشی کمانڈروں کے انسانیت سوز مظالم سے عوام کو نجات دی گئی ہے۔ مفتوحہ علاقوں کے نوجوانوں کی بڑی تعداد امارت اسلامیہ کی صف میں شامل ہو رہی ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ کی مدد اور عوام کی حمایت سے آئے روز مجاہدین فتوحات حاصل کر رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب ہر طرف اسلام کا علم بلند ہو گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

امریکی بلاک بمقابلہ روسی بلاک

حسن مومند

یہ سچ ہے کہ سرد جنگ کے زمانے میں سوویت یونین دنیا میں واحد ایسی قوت تھی، جو امریکا کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتا تھی۔ یہ بات بھی یقینی تھی کہ سوویت یونین جہاں قدم رکھتا تھا، پھر وہاں سے نکلنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ نہ کوئی ایسا سوچ سکتا تھا کہ کبھی ایسا بھی ہو گا کہ روس یہاں سے نکل جائے گا۔ سوویت یونین کے بارے میں اسی بدنام زمانہ خوف سے امریکا نے بہت فائدہ اٹھایا اور لوگوں کے دلوں میں ایسا صور پھونکا کہ سوویت یونین پوری اسلامی دنیا کو نگلنا چاہتا ہے، حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔ سوویت یونین وسطی ایشیا کے علاوہ جنوبی ایشیا اور مشرق وسطی میں برطانیہ اور امریکا کے مقابلے میں زیادہ اثر ورسوخ چاہتا تھا۔ اسی لیے وہ ساری کوششیں کر رہا تھا۔ حقیقت میں ایسا نہیں تھا کہ وہ پورے جنوبی ایشیا اور مشرق وسطی پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ جب کہ اُس میں اتنی طاقت تھی ہی نہیں کہ وہ اسلامی دنیا کو نوالے کی طرح نگل جائے۔

یہ بات ٹھیک ہے کہ سپرپاور جب ناکام ہو جاتا ہے تو لوگ اسے بے وقوفوں کا باپ کہنے لگتے ہیں۔ یہی بات ہے کہ افغانوں کے جہاد کی برکت سے سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد روس کو بڑا احمق اور گدھا کہا جانے لگا اور یہ کوئی غلط بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ افغانوں نے کبھی کسی استعمار کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ افغانستان استعماری قوتوں کا قبرستان ہے۔ یہاں ہر استعماری قوت سر کے بل گرا ہے۔ افغانوں کی تاریخ سے آنکھیں بند رکھنا اور بلاسبب ان پر حملہ کرنا اور اس سرزمین پر قبضے کے خواب دیکھنا حماقت کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے، مگر اس حماقت کا ارتکاب صرف روس نے نہیں کیا، بلکہ اس بے وقوفی میں امریکا اور اس کے اتحادی روس سے کہیں زیادہ آگے چلے گئے ہیں۔

جب روس نے پورے وسطی ایشیا پر قبضہ کیا تو یہ اس کی مشہورِ زمانہ طاقت کا زمانہ تھا۔ اپنی طاقت پر مغرور روسیوں کو اسی وقت افغانستان پر حملہ کرنا چاہیے تھا، مگر روس نے افغانستان کے حوالے سے کسی عجلت سے کام نہیں لیا۔ آدھی صدی سے زیادہ انتظار کیا۔ افغانستان کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا، تعاون کیا، معدنیات نکالنے کے بہت سے پروجیکٹس شروع کیے، ان منصوبوں کی کامیابی کے لیے مرحلہ وار بہت سے روسی فوجی بھیجے، افغانستان کو بہت سی تعلیمی سہولیات دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس طریقے سے بہت سے باصلاحیت جوانوں کے اذہان کو اپنے مذموم افکار و نظریات کا دلدل بنا دیا۔

حالانکہ روس نے افغانستان میں اپنے بہت سے حامی پیدا کر لیے تھے۔ وہ اس کے باوجود افغانستان آنے میں زیادہ جرأت سے کام نہیں لے پا رہا تھا۔ اس نے اس وقت جارحیت کی، جب اس کے حامیوں نے داؤد خان کی مضبوط حکومت گرا دی اور پورے افغانستان پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا۔ افغانستان پر روسی جارحیت ایک یقینی امر تھا۔ یہ روس کی بہت بڑی مجبوری تھی، مگر یہ بھی سچ ہے کہ اس نے جارحیت میں جلدبازی سے کام نہیں لیا تھا۔ مناسب صبر کیا اور اپنے تئیں بہت کامیاب منصوبہ ترتیب دیا تھا۔ روس کی آمد سے قبل افغانستان پر ایسے لوگ حاکم ہو گئے تھے، جنہوں نے روس کی آمد کے لیے اسباب کی دنیا میں ایک بہت حد تک کامیاب اسٹریٹیجی اختیار کر رکھی تھی۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ افغانستان کے عام مسلمان روس کے مخالف تھے۔ انہوں نے روس کے خلاف تحریک بھی اُٹھائی، مگر یہ لوگ بالکل نہتے تھے۔ ایک سپرپاور کی منظم فوج سے جنگ کا تجربہ بھی نہیں تھا۔ اسباب کی دنیا میں روس کی ناکامی بہت ناممکن نظر آ رہی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ داخلی کمیونسٹوں اور روس کے مقابلے میں افغانوں کی تحریک شرعی جہاد تھا۔ جہاد تو ایسا عمل ہے، جس سے مقابلے کی قوت کسی سپرپاور کے پاس نہیں ہے۔

روس کے برعکس امریکی جارحیت کو دیکھا جائے تو یہ اس کے مقابلے میں انتہائی ناکام اور بلا کسی تیاری کے تھی۔ امریکا کے افغانستان میں کوئی فکری ہمنوا اور

حامی نہیں تھے۔ شمالی اتحاد کے رہنما امریکا کے ہم فکر لوگ نہیں، بلکہ زر خرید غلام تھے۔ افغانستان پر امریکی جارحیت سے کچھ عرصہ قبل اِن کے اور امریکا کے درمیان ہونے والا معاہدہ کسی فکری بنیاد پر نہیں، بلکہ کچھ ملین ڈالر کی بنیاد پر تھا۔ امریکا کے ہم فکر لوگ صرف وہی تھے، جنہیں جارحیت کے بعد امریکا اور دیگر مغربی ممالک سے درآمد کرکے انہیں بڑے مناصب اور عہدے سونپے گئے۔

یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ امریکا روس کی نسبت اس خطے کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا۔ اس کے فوجی روسیوں کے مقابلے میں زمینی جنگوں کا کم تجربہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ اس کی مقابل قوت اسلحے اور جنگی وسائل کے اعتبار سے زیادہ کمزور تھی، مگر یہ لوگ روس کے خلاف جنگ میں فاتح رہے تھے اور روس کے پیدا کیے ہوئے جنگجوؤں سے لڑنے کا طویل تجربہ رکھتے تھے۔

اگرچہ امریکی حملہ روس کے مقابلے میں زیادہ احمقانہ ہے، مگر روسی میڈیائی میدان انتہائی کمزور تھا۔ جب کہ پورا مغربی میڈیا اس کے خلاف منظم پروپیگنڈا کیے ہوئے تھا۔ اس نے روس کو پوری دنیا کے لیے ایک بڑے خطرے کے طور پر پیش کیا، جس کا بڑا مقصد مشرق وسطی میں روس کے کردار کا خاتمہ کرنا تھا، تاکہ اسرائیل کی جانب سے مسلم علاقوں کے غصب کی راہ میں حائل آخری رکاوٹ کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ اس مقصد میں امریکا اور دیگر مغربی ادارے کامیاب بھی ہوگئے۔

بعد ازاں روس کو مشرق وسطی سے ہٹانے کے لیے منصوبہ تشکیل دیا گیا اور پھر انتہائی مکاری سے مشرق وسطی کے مضبوط اسلامی ممالک کو تباہ کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا گیا، جس کا آغاز عراق پر جارحیت سے کیا گیا۔ عراق پر جارحیت کا وہ وقت تھا، جس سے کچھ عرصہ قبل روس نے افغانستان میں اپنی شکست تسلیم کی تھی۔ خوش قسمتی یا بدقسمتی کہ چین عالمی مسائل سے الگ تھلگ رہنے کی پالیسی پر گامزن تھا اور اپنی اقتصادی ترقی کی رفتار بڑھا رہا تھا، جس کے نتیجے میں امریکا کے سامنے میدان خالی رہ گیا۔ اسی لیے اس نے افغانستان پر جارحیت کر دی، جو ایک عشرے تک روسی جارحیت کا شکار رہا۔ افغانستان پر حملے کا ایک مقصد اسلامی حاکمیت کا خاتمہ تھا، جب کہ دوسری طرف خطے کے وسائل پر قبضہ اور روس و چین جیسے طاقتور ممالک کے لیے دائمی خطرے کے طور پر ان کے سر پر لٹکتے رہنا تھا۔

یہ بات تسلیم کرنے کی ہے کہ افغانستان پر امریکی جارحیت ایک جانب انتہائی اچانک تھی تو دوسری جانب انتہائی خوف ناک! کیوں کہ اس نے ساری دنیا کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور پھر دہشت پھیلانے والا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اسی لیے روس اور چین سمیت کسی بھی ملک نے امریکا کے ان عزائم کے سامنے بند باندھنے کا نہیں سوچا اور نہ کوئی منصوبہ بنایا۔ امریکا کو افغانستان میں بہت بڑا جانی و مالی نقصان ہوا اور امارت اسلامیہ کے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اس لیے اس کا مفاد اسی میں تھا کہ پورے عالم اسلام اور خصوصا مشرق وسطی کے حوالے سے اپنی پالیسی میں تبدیلی لاتا۔ ایسا کوئی اقدام بھی نہ کرتا، جو مسلمانوں میں اس کی مزید بدنامی اور نفرت کا باعث بنتا، مگر امریکا بدقسمتی سے اپنی سازشوں سے باز نہ آیا اور ایسے بُرے اقدامات کیے، جس کے باعث پوری دنیا میں اسے شدید بدنامی اور عالم اسلام میں شدید نفرت کا سامنا کرنا پڑا۔

امریکا کے حکم اور پلان کے مطابق نیٹو کی جانب سے لیبیا پر جارحیت کرکے ایک منظم حکومت کے خاتمہ کیا اور مضبوط اقتصادی طاقت کو تباہ کرکے اُسے غربت کی لکیر کے نیچے پہنچا دیا۔ اسی طرح بڑے اسلامی ملک سوڈان کی تقسیم کرکے عیسائی باغیوں کے لیے 'جنوبی سوڈان' کے نام سے الگ ملک کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مصر میں وحشی سیسی کے ہاتھوں محمد مرسی کی منتخب حکومت کا خاتمہ کرکے عام مسلمانوں کے قتل عام کو فروغ دیا۔ برما میں بودھسٹوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے خلاف درندگی کے لیے 'مکمل خاموش حمایت کا ماحول' مہیا کیا گیا، تاکہ وہاں پر مسلم کُشی کامیاب ہو سکے۔ صومالیہ پر حملے، یمن میں حوثی باغیوں سے خفیہ تعاون، شام میں جلائی جانے والی آگ کو ہوا دینا، اِن سب اقدامات سے امریکا مسلمان عوام کی شدید نفرت کا شکار ہوا ہے، مگر امریکا کے کچھ اقدامات ایسے ہیں، جن سے عام مسلمانوں کے علاوہ اب امریکا کی ازلی غلامی کا طوق گلے میں ڈالے رکھنے والے مسلم ممالک کے حکمران بھی اس بات پر مجبور ہیں کہ امریکا کی دوستی پر نظر ثانی کی جائے۔

ان اقدامات میں سے ایک یہ ہے کہ پورے مشرق وسطی میں شیعہ سنی اختلافات کی آگ بھڑکانا۔ اس جنگ کو پھیلانے کے لیے ایران سے تعلقات مضبوط کرنا۔ ایران پر عاید پابندیوں کو خاتمہ اور تقریبا تمام عرب ممالک کے

اندرونی معاملات میں مداخلت کے لیے ایران کی پشت پناہی کرنے کے اس اقدام سے سعودی عرب سمیت تمام عرب ممالک کے ساتھ امریکا کے تعلقات پر منفی اثر پڑا ہے۔ ترکی کی ناکام بغاوت کے پیچھے امریکا کی سازشیں بھی ایسا اقدام ہے، جس نے امریکا کو مزید قابل نفرت اور بے اعتماد کر دیا ہے۔

دل چسپ یہ کہ بغاوت کے پس پردہ کارفرما امریکی سازشوں کے مضبوط شواہد بھی روس نے ترکی کو فراہم کیے تھے۔ حالانکہ اسی روس کا طیارہ گرانے پر ترکی وروس کے تعلقات خراب ہوئے تھے۔

روسی طیارہ گرانے والے پائلٹ نے حکومت مخالف بغاوت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ طیارہ گراتے وقت ایک دوسرے پائلٹ کے ساتھ اس کی ہونے والی گفتگو روسی جاسوسی نیٹ ورک نے محفوظ کر لی تھی، جو بغاوت کے بعد اردگان کو پیش کی گئی۔ مکالمے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ طیارہ گرانے کا واقعہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تھا، جس کا مقصد روس و ترکی کے تعلقات خراب کرنا تھا۔ ترکی اور روس حقائق سے آگاہ ہونے کے بعد صلح کر کے ایک دوسرے کے مزید قریب ہوگئے۔ روسی صدر ولادیمر پیوٹن نے طیب اردگان کو بغاوت کی ناکامی پر مبارک باد دی۔ طیب اردگان نے بغاوت کے بعد سب سے پہلے جس ملک کے دورے کا اعلان کیا، وہ روس تھا۔

دیکھا جائے تو موجودہ حالات سرد جنگ کے بہت قریب کی صورت حال پیش کرتے ہیں۔ جارحیت کے وقت ہم نے دنیا بھر کے ممالک کو چیخ چیخ کر کہا کہ امریکا بہت سے بھیانک خواب اور عزائم لے کر یہاں آرہا ہے۔ ہم نے بارہا خطے سے یہ بات کی کہ امریکا کا مقصد صرف اور صرف ہماری اسلامی حکومت کا خاتمہ ہی نہیں، بلکہ وہ پورے خطے کو تباہ کرنا چاہتا ہے، مگر خوف میں مبتلا چھوٹی بڑی طاقتیں کسی قسم کی جرأت نہ کر سکیں۔ کیوں کہ ان کی نظر صرف اور صرف اسباب پر تھی۔ اسباب کے لحاظ سے سپر پاور سمیت اتحادیوں کو شکست دینا واقعی ناممکن تھا۔ اس لیے خطے کے تمام ممالک تماشا کرنے بیٹھ گئے اور مقابلے کے میدان میں غریب افغانوں کو اکیلا چھوڑ دیا، مگر اللہ تعالی نے افغانوں کی مدد کی اور ڈیڑھ عشرے تک اس جنگ کو طول دیا، بلکہ امریکا کو ناقابل یقین بھاری مالی و جانی نقصان سے دوچار کیا۔ اب جا کر دنیا کو یقین آنے لگا ہے کہ امریکا کا مقابلہ ممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی دیگر طاقتوں کے اوسان بحال ہونے لگے ہیں۔

ایسا لگتا ہے چین اور روس، امریکا کے مقابلے میں نیا بلاک بنانے کے لیے عملی اقدامات میں مصروف ہیں۔ دونوں اس بلاک میں تمام اہم اسلامی ممالک کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کام میں انہیں یقینی کامیابی نظر آرہی ہے۔ پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کی یہ بات کہ 'چین پاکستان کی عزت کا محافظ ہے' بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تاشقند میں پاکستانی صدر سے پیوٹن کی یہ گفتگو کہ 'ہم سب مسلم ہیں' اس سے زیادہ اہم ہے۔ پیوٹن نے بہت واضح الفاظ میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو پیغام دیا ہے کہ امریکا کی لگائی ہوئی آگ میں مسلمانوں سمیت مشرقی خطہ جل رہا ہے۔ ہم سب مشرقی لوگوں کو امریکا 'مسلمان' کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس لیے ہمیں مل کر اس مشترکہ دشمن کے خلاف کھڑے ہونا ہوگا۔

اس بلاک نے امریکا کو بہت پریشان کر رکھا ہے۔ وہ اس کے مقابلے میں نیا بلاک بنانے کے لیے کوششوں میں ہے۔ امریکا چاہتا ہے بھارت اور ایران کو اپنے ساتھ ملالے اور اس طرح کابل انتظامیہ، ایران، بھارت اور امریکا کا ایک نیا اتحاد سامنے آئے۔ اس لیے بھارت کے ساتھ وسیع معاہدے کر رہا ہے اور ایران کے ایٹمی پروگرام کے لیے معاہدے اور مصالحت کی راہ اپنا کر اُس پر سے اقتصادی پابندیاں ہٹا رہا ہے۔ باراک اوباما اپنے اتحادیوں کے بارے میں کہتا ہے کہ مَیں خود کو اس بات پر قصوروار سمجھتا ہوں کہ مَیں نے یورپ پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا ہے۔ اپنے سب سے قریبی ساتھی برطانیہ پر تنقید کرتے ہوئے برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون کو منہ پر کہا کہ برطانیہ اپنی دوستی کا حصہ یعنی نقد رقم اور جنگی مصارف ادا نہیں کرتا تو یہ امریکی دوستی کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ تمام مشرقی ممالک آپس کے چھوٹے چھوٹے اختلافات بھلا کر وحشی امریکا کے خلاف متحد ہو جائیں، تاکہ تمام مشرقی ممالک متوقع شر سے محفوظ رہیں۔

جانی خیل کی فتح سے دشمن پست ہوا ہے!

عمری آپریشن کی حالیہ فتوحات کے سلسلے میں گزشتہ دن اسلام کے سربکف سپاہیوں نے صوبہ پکتیا کے ضلع "جانی خیل" کو کئی دن کے محاصرے کے بعد اللہ رب العزت کی نصرت سے فتح کر لیا ہے۔ مذکورہ ضلع تزویراتی لحاظ سے اہم اور دشمن کا ایک بڑا اور مضبوط مرکز تھا، جہاں اب امارت اسلامیہ کا پرچم لہرا رہا ہے۔

دشمن نے جانی خیل کی دفاع اور حفاظت کی خاطر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کیں۔ کابل اور گردیز سے بڑی تعداد میں غلام اہل کار اپنے محصور ساتھیوں کو چھڑانے کے لیے آئے، لیکن وہ مجاہدین کا محاصرہ توڑنے میں مکمل طور پر ناکام رہے۔ انہیں بھاری نقصانات اٹھانے کے بعد واپس گردیز کی طرف بھاگنا پڑا تھا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے ضلع جانی خیل ملحق تمام فوجی مراکز اور حفاظتی چوکیوں سمیت اس ضلع کے اہم مراکز مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو چکے ہیں۔ دشمن کے درجنوں ہلاک اہل کار اپنے محاذوں پر پڑے رہ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ مجاہدین کو 15 ٹینک، 16 رینجر گاڑیاں، درجنوں کی تعداد میں ہلکے اور بھاری ہتھیار اور عام وسائل غنیمت کے طور ہاتھ آئے ہیں۔

البتہ جان کیری کے کابلی ادارے کے ترجمان اور حکام نے کوشش کی ہے کہ میڈیا ٹیموں کو جانی خیل کے بارے میں رپورٹ دینے سے باز رکھیں۔ انہوں نے بار بار میڈیا پر اعلانات بھی کیے کہ جانی خیل ہمارے قبضے میں ہے، لیکن وہ سب جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئے۔

حقائق تو اظہر من الشمس تھے۔ ضلع کی فتح کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ امارت اسلامیہ کے میڈیا ذمہ داران لمحہ بہ لمحہ واقعے کی تفصیلات عوام اور کچھ آزاد میڈیا کو دیتے رہے ہیں۔

کابل کے غلام ادارے کے حکام اور ترجمان سن لیں کہ وہ کب تک طاقت کے ذریعے حقائق کو مسخ کر کے عوام کے سامنے جھوٹ بولتے رہیں گے؟ اور کب تک اپنی رسوائی پر پردہ ڈالتے رہیں گے؟

آپ کی غلام حکومت ابھی تک یہ تسلیم نہیں کر رہی کہ ہلمند کا 95 فیصد رقبہ اشرف غنی کے کنٹرول سے نکل گیا ہے۔ اس کے علاوہ آج تک آپ یہ تسلیم کرنے سے انکاری ہیں کہ بغلان، قندوز، تخار، نورستان اور ننگرہار میں صرف گزشتہ دس پندرہ دنوں کے دوران 6 اضلاع پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا ہے۔

افغان عوام اور کچھ غیر جانب دار آزاد میڈیا اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس واقعے کے بارے میں مجاہدین جو بات کہیں وہ حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔ یعنی عام لوگ دجالی میڈیا کے مقابلے میں مجاہدین کی اطلاعات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور اس میں انہیں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ کیوں کہ امارت اسلامیہ کی تمام رپورٹس ماضی سے آج تک ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔ کبھی بھی وہ رپورٹ منظر عام پر نہیں لائی جاتی، جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔

مجاہدین کی نئی تبدیلیاں اندازے اور حقائق

موسیٰ فرہاد

اندازے یہ تھے کہ امارت اسلامیہ اپنے عظیم رہنما امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی وفات کے بعد نہ صرف کمزور ہوجائے گی، بلکہ مختلف گروپوں میں بھی بٹ جائے گی۔ یہ سمجھا جا رہا تھا کہ اب مجاہدین اپنا اتحاد کھو بیٹھیں گے اور یہ آپس کی خونی جنگ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ اب مجاہدین اُس ہدف تک نہیں پہنچ پائیں گے، جس کے لیے 22 سال سے جنگ لڑ رہے ہیں۔ بہت سے مبصرین کا خیال تھا کہ امارت اسلامیہ کی تحریک صرف ملا عمر مجاہد کی زندگی تک رہے گی، اُن کے پاس کوئی ایسا فکری سرمایہ نہیں ہے، جس کی بنیاد پر وہ اپنے امیر کی غیر موجودگی میں بھی ایک ہو کر رہیں گے۔ کچھ لوگوں کا اندازہ یہ بھی تھا کہ عام مجاہدین اپنے رہنما کی وفات پر جہاد کا حوصلہ ہار بیٹھیں گے۔ پھر کوئی بھی ان کا رہنما انہیں پھر سے منظم نہیں کر پائے گا اور نہ بیرونی جارحیت کے خلاف انہیں مضبوط کیا جاسکے گا۔

کچھ تجزیہ کاروں کا یہ بھی خیال تھا کہ مجاہدین اب سیاسی اعتبار سے ویسے ہی خود مختار اور آزاد نہیں رہ پائیں گے، جس طرح ملا محمد عمر مجاہد نے اپنی زندگی ایک آزاد اور مستقل مزاج قائد کے طور پر تاریخ کے اوراق میں رقم کروائی۔ سب کچھ قربان کرنے پر راضی ہوئے، مگر آزادی اور قومی و اسلامی غیرت پر کوئی سودا نہیں کیا۔ کابل کی بے بس انتظامیہ اور ان کا مغربی میڈیا یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ کس طرح انہیں موقع ملے اور وہ پروپیگنڈا کر کے ان کے درمیان اختلافات پیدا کر دے گا۔ مجاہدین ہی میں سے کچھ لوگوں کی اجتہادی غلطیوں اور غلط فیصلوں کا فائدہ اٹھا کر یہ لوگ چاہتے تھے کہ امارت اسلامیہ کی حیثیت مجروح کر دیں اور اس مقصد کے لیے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔

کچھ مبصرین کی رائے یہ تھی کہ مجاہدین اب غیروں کے آلہ کار بن کے رہیں گے۔ افغانستان میں فیصلے غیروں کی فرمائش پر کریں گے۔ اب قومی و اسلامی مصلحتوں اور مفادات کے تحفظ کی پالیسی پس پشت ڈال دی جائے گی۔

سچی بات یہ ہے کہ امارت کے بارے میں ان پروپیگنڈوں، اندازوں اور تبصروں کے قائم کرنے والے صرف دشمن نہیں تھے، مجاہدین کے کچھ ہمدرد بھی یہ سمجھتے تھے کہ ہو سکتا ہے حالات امارت کے کنٹرول سے نکل جائیں۔ ان کے خیالات کے لیے ان کے پاس کچھ دلائل بھی تھے۔ سابقہ تجربات کو دیکھتے ہوئے ان کے یہ اندازے زیادہ غلط بھی نہیں تھے۔ غور کیا جائے تو یہاں کی بہت سی جہادی تنظیموں سمیت دنیا بھر میں بہت سی جہادی تحریکیں ہیں، جنہوں نے اپنا مستقل راستہ چھوڑ دیا۔ ان لوگوں نے مجاہدین کو بھی اسی زاویہ نگاہ سے دیکھا۔ امارت کے بارے میں بھی یہی سمجھتے رہے کہ اس کے نظریات اور اہداف میں اختلاف اور دوری ہے، مگر حقیقت میں ایسا کچھ نہیں تھا۔ یہ اس لیے کہ دو عشروں کے دوران ہم نے دیکھا کہ امارت نے بہت سی آزمائشیں دیکھی ہیں۔ ہر طرح کے نامساعد حالات برداشت کیے، مگر پھر بھی قومی اور عالمی سطح پر اپنا وجود اور اپنی حیثیت زندہ رکھی۔ اب ہم مزید سب کچھ چھوڑ کر فقط حالیہ تبدیلیوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں گے کہ امارت کے امیر کی وفات کے بعد لوگوں کے اندازوں کے برخلاف کون سے مثبت کام ہوئے ہیں؟!

1۔ حقیقت یہ ہے کہ حالات کے صحیح ادراک کے بعد امارت کی قیادت نے اپنے اندرونی اختلافات مٹا کر اندازوں کے برخلاف اپنی صف کو کمزور ہونے سے بچا لیا۔ راستے مختلف کرنے کے بجائے مجاہدین کو مزید منظم کیا ہے۔ نئے امیر کے فورا انتخاب سے غلط پروپیگنڈوں کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اگرچہ بعض ساتھیوں کو اب بھی اعتراضات ہیں اور ان کے حل کے لیے ذبیح اللہ مجاہد کے بقول کوششیں جاری ہیں اور حل کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

2۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ مجاہدین نے روس کے خلاف جہاد کے دور میں تنظیموں کی ناکام سیاست کا تماشا دیکھا تھا۔ اس لیے اس سے سبق حاصل کرتے ہوئے اس بار یہ اہتمام کیا کہ آپس کے اختلافات ختم کیے جائیں۔ اس میں امارت کے رہنماؤں کی عقلمندی کے ساتھ ساتھ بڑا عامل مجاہدین کا اپنے عقیدے کا فیکٹر بھی ہے، چوں کہ مجاہدین صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے اپنے اہداف کے

حصول کے لیے لڑ رہے ہیں، اس لیے ان کی آپس میں اقتدار کی خاطر جنگ کا امکان ہی ختم ہو گیا ہے۔

3۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مجاہدین نے موجودہ تبدیلیوں کے ذریعے یہ دکھادیا کہ یہ لوگ اپنے ہدف سے کسی صورت میں دست بردار ہونے والے نہیں، بلکہ ان کی وفاداری شعوری اور پختہ ہے۔ 72 گھنٹوں میں نئے سربراہ کے انتخاب کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ افغانستان کے کونے کونے سے مجاہدین کی بیعت کا سلسلہ جلد از جلد شروع ہوا۔ فوری طور پر دشمن کے خلاف جنگ تیز جاری کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ ساری چیزیں بتاتی ہیں کہ یہ لوگ اپنے ہدف کے لیے کتنے مخلص ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی طرح نہیں ہیں، جنہوں نے دولت اور اقتدار کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا۔

4۔ مجاہدین نے یہ حقیقت عملی طور پر ثابت کر دی کہ ان کے پاس فکری سرمایہ بہت گہرا اور مضبوط ہے، جس کے لیے انہوں نے بے پناہ قربانیاں دی ہیں۔ یہ فکرو نظر ایمانی ذمہ داری اور سرزمین کی آزادی ہے۔ انہوں نے ثابت کر دکھایا کہ اپنے رہنماؤں، اہم شخصیات کی وفات، شہادت اور اسارت کی وجہ سے کبھی ان کا حوصلہ کمزور نہیں ہوتا، بلکہ ان کے احساسات اور بھی مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ان کا قربانی کا جذبہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔

5۔ لوگوں کا یہ خیال کہ یہ لوگ اب اپنے امیر کی وفات کے بعد ماضی کی طرح آزاد اور خود مختار نہیں رہ پائیں گے۔ انہیں غیروں کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکے گا۔ مجاہدین کے نئے سربراہ ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ نے اپنے پہلے خطاب میں اس حوالے سے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

"سچی بات یہ ہے کہ ہمیں آج ایک بہت بڑی بھاری امانت سونپی جا رہی ہے۔ یہ تو بہت مشکل ہو گا کہ ہم امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی طرح کے کردار کے مالک ہوں، مگر چوں کہ ان کی روحانی قیادت کے سائے میں زندگی گزاری ہے۔ اس لیے یہ عہد کریں گے کہ اپنے ہر قدم میں اپنی پوری قوت سے امیر المؤمنین رحمہ اللہ کے اہداف اور مقاصدِ آزادی کے وفادار رہیں گے۔ اس راہ میں اللہ تعالی سے مدد مانگیں گے۔ اپنا جہاد اسی طرح جاری رکھیں گے، جب تک جارحیت پسندوں کو ہم نے مکمل شکست نہ دے دی۔ غیروں کے اشاروں پر جعلی صلح اور بے مقصد مذاکرات کے مطالبات پر کبھی راضی نہ ہوں گے۔"

امیر المؤمنین منصور رحمہ اللہ کے بیان کے درج بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجاہدین اپنے سفر پر ویسے ہی گامزن ہیں، جس طرح ملا عمر کی حیات میں تھے۔ یہ لوگ قومی اور اسلامی مصالح سے کبھی دست بردار نہیں ہوں گے۔ اپنے ہدف کی راہ میں ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ کی طرح مستقل اور خود مختار رہیں گے۔

6۔ دوسری جس بات کا لوگ اندازہ کر رہے تھے کہ ملا عمر کے بعد کوئی بھی ایسا رہنما نہیں ہے، جو مجاہدین کی صفوں کو پھر سے منظم کر سکے۔ اس وسوسے کا جواب ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کی الشرق الاوسط اخبار سے گفتگو کے ایک سوال کے جواب میں مل سکتا ہے:

"جہادی صف قربانیوں کی جگہ ہے۔ یہاں ہر وقت قیادت سمیت ہر شخص کو شہادت یا قید یا طبعی موت مرنے کا احتمال رہتا ہے۔ اس لیے جہادی صف کی قیادت نے پہلے ہی سے اس کے لیے تدابیر سوچ رکھی ہوتی ہیں۔ جہادی صف میں دیگر خصوصیات اور امتیازات کے علاوہ ایک یہ خاصیت بھی ہے کہ یہ قیادت کی تربیت کے لیے بہترین مدرسہ بھی ہے۔ یہاں اگر آج کوئی رہنما شہید یا اسیر ہو جاتا ہے یا طبعی موت مر جاتا ہے تو مجاہدین کو ان کے جانے سے تنظیمی طور پر کوئی نقصان نہیں ہوتا اور نہ ہی کمزوری کا احساس ہوتا ہے۔ کیوں کہ انہیں پہلے ہی سے یہ سبق پڑھا دیا گیا ہوتا ہے کہ جہاد کی کامیابی یا اس کی بقا شخصیات کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیادیں اسلام کی طرف سے فراہم کردہ افکار و نظریات پر رکھی ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المؤمنین کی وفات کے ساتھ مجاہدین میں کوئی کمزوری محسوس نہیں کی گئی، بلکہ ان کے شروع کیے ہوئے سلسلے کے ساتھ مزید وفاداری کے عزم، مضبوط قوت اور ارادے کے ساتھ کھڑے ہیں۔ وہ جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔"

7۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مجاہدین کے انہی مثبت اقدامات نے مغربی میڈیا کا پروپیگنڈا بہت مؤثر طریقے سے غیر متوقع طور پر جڑ ہی سے ختم کر دیا۔ امیر المؤمنین ملا عمر مجاہد رحمہ اللہ ہوں یا ملا اختر محمد منصور، دونوں کے حیات فانی سے کوچ کرنے کے واقعات میں مغربی میڈیا کو موقع نہیں دیا گیا کہ پروپیگنڈے کے زور پر مجاہدین کے درمیان اختلافات پیدا کریں۔ اس کے برعکس کابل انتظامیہ مسلسل ہزیمت، شرمندگی، بے بسی اور سیاسی طور پر ناکامی کا شکار ہے۔

افغان پولیس نیٹو حملوں کی زد میں

جب مجاہدین نے رواں سال کے آغاز میں افغانستان کے مختلف علاقوں میں حملوں میں تیزی لائی تو امریکا نے 2014ء میں ختم کیے گئے جنگی مشن کا دوبارہ آغاز کر دیا۔ اُس نے اس مقصد کے لیے ہلمند میں مزید فوجی بھیجنے کا اعلان کیا، تاکہ ضرورت پڑنے پر افغان کٹھ پتلیوں کی مجاہدین کے خلاف آپریشن میں مدد کر سکیں۔ افغان فوج کی فضائی مدد کے لیے آنے والی فورس نے چند روز قبل صوبہ اروزگان میں 'قندھار اروزگان شاہراہ' پر تعینات اپنی ہی کٹھ پتلیوں پر بم برسا دیے۔ جس میں وہاں تعینات 8 اہل کار ہلاک ہوگئے۔

ان 8 اہل کاروں کو بتایا گیا تھا کہ مجاہدین کے حملے کی صورت میں نیٹو فورسز تمہاری مدد کے لیے آئے گی، لیکن اللہ تعالی کی غیبی نصرت سے نیٹو 'مجاہدین کی مدد کا شکار' ہوگئی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وزارت دفاع نے اب تک اپنے 8 اہل کاروں کی ہلاکت کے بارے میں لفظی احتجاج بھی نہیں کیا ہے۔ اروزگان کے کٹھ پتلی حکام اب ان ہلاک شدگان کے خاندانوں کو کیا جواب دیں گے؟ کیوں کہ یہ 8 اہل کار تو مجاہدین کے حملوں میں نہیں، بلکہ اس قوت کے حملے میں مارے گئے ہیں، جو افغان اہل کاروں کی حفاظت کی دعوے دار ہے۔ نیٹو کی فضائی فورسز کے سربراہ اب ماضی کی طرح 'سوری' سے بھی کام نہیں چلا سکیں گے کہ 'حملہ غلطی سے ہوا'۔ بلکہ اس مرتبہ تو چیک پوسٹ میں موجود مسلح اور باوردی پولیس اہل کاروں پر بمباری کی گئی ہے۔ بعد ازاں جب مزید 7 اہل کار اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے کے لیے اکٹھے ہوئے تو دوسری مرتبہ بمباری کی گئی، جس کا واضح مطلب ہے کہ نیٹو کا ہدف بالکل یہی 8 اہل کار تھے، کیوں کہ مین سڑک پر اردگرد کوئی آبادی نہیں ہے۔

افغان پولیس اہل کاروں کے ساتھ اس قسم کا رویہ پہلی بار نہیں برتا گیا، بلکہ پہلے بھی کئی بار یہ عمل دہرایا گیا ہے، لیکن وزارت دفاع اپنے اہل کاروں کے دفاع میں مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے۔ کیوں کہ ان کے خیال میں امریکی فورسز افغانستان میں افغان فوج کی حفاظت کے لیے آئی ہیں۔ اگر ایک دو حملے افغان کٹھ پتلیوں پر ہو بھی جائیں تو کوئی بات نہیں۔ نام نہاد وزیر دفاع کو سمجھ نہیں آرہا کہ اپنے آقاؤں کو کس طرح بمباری سے باز رکھیں۔ کیوں کہ خود ان کے پاس مجاہدین کے حملوں کا جواب بھی نہیں ہے اور نہ نیٹو کے جارحیت پسندوں سے اپنی فوج کو بچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

گزشتہ سالوں میں جب امریکی طیارے عام شہریوں کو نشانہ بناتے تو اس کے بعد معافی مانگ لیتے تھے کہ یہ ہماری فضائیہ کی غلطی تھی، لیکن اروزگان واقعے پر ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے نیٹو کے ترجمان جنرل چارلس کلف لینڈ نے معافی کے بجائے کہا کہ ہم نے افغان فورسز کو نہیں، بلکہ مجاہدین کو نشانہ بنایا ہے۔ اروزگان کی جنگ میں کابل کی کٹھ پتلی فورسز امریکی جارحیت پسندوں کے فضائی تعاون پر خوش نظر آرہی تھی کہ مشکل وقت میں امریکی فضائیہ ان کی مدد کو آئے گی، لیکن اب امریکی فضائیہ نے انہیں ہی نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ یہ امکان نظر نہیں آتا کہ اس کے بعد افغان کٹھ پتلی فورسز مجاہدین کے ساتھ جھڑپوں میں امریکی فضائیہ کو مدد کے لیے پکارے گی۔ ایسے حملوں سے اُن کے درمیان مزید بے اعتمادی پیدا ہوگی، جس سے افغان کٹھ پتلی فورس مزید کمزور ہو جائے گی۔

کون جانتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے نیک بندوں کی اُن کے دشمنوں سے کس کس طرح حفاظت فرماتا ہے؟! فیا سبحان اللہ

غزنوی

مجاہدین مسلمانوں کے ہمدرد ہیں

افغانستان کے غیور عوام دنیا کی وہ قوم ہے، جس نے امت مسلمہ کے امن اور سکون کے لیے ہمیشہ قربانی دی ہے۔ علاوہ ازیں ہمیشہ اُن جماعتوں اور تنظیموں کی بھی حمایت کی ہے، جو امت مسلمہ کے مفاد کی خاطر اللہ کے دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ افغانستان کی درخشاں تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بہادر قوم نے کن نظریات سے دوستی کی ہے اور کن افکار کے خلاف دشمنی کا علم بلند کیا ہے؟ پشتون قبیلے کی ایک مدبر، بہادر اور مجاہد شخصیت میرویس خان رحمہ اللہ نے ایرانی حکومت کے خلاف اپنے قبیلے کے بزرگوں کے ساتھ جہاد کا علم بلند کیا اور ان کے ظلم و جبر سے ایک یادگار آزادی حاصل کی۔ سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے بھی عوام کی حمایت سے ہی اپنی جہادی جدوجہد کا دائرہ ہندوستان تک پھیلایا تھا۔ اسی لیے عوام کی جانب سے آپ کو سیف الدولہ، یمین الدولہ، امین الدولہ اور بت شکن کے القابات سے نوازا گیا، جو قوم کی سلطان کے ساتھ بے مثال محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیطان کا لشکر ہمیشہ حق کے خلاف برسرپیکار رہا ہے۔ آج امارت اسلامیہ کے خلاف بھی کفار کے چالیس سے زیادہ ممالک کھڑے ہیں، جو حق اور باطل کی اس جنگ میں مجاہدین کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے، جسے مجاہدین ایک بہترین مدبر قیادت کی رہنمائی میں قبول کیے ہوئے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی تاسیس سے قبل کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ جہاں سڑکوں پر ہر کمانڈر کے مسلح غنڈوں نے ناکے لگائے تھے۔ وہ راہ چلتی گاڑیوں سے نوعمر لڑکے، لڑکیاں اغوا کر لیتے تھے۔ لڑکوں کے ساتھ شادیاں رچائی جانے لگیں۔ ظلم، وحشت، ڈاکے اور چوری عام تھی۔ ان دِگرگوں حالات میں اس سرزمین کا ایک اَور فرزند مردِ مجاہد، بت شکن، امام المجاہدین، امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے ظلم و ستم کی اس دیوار کو گرانے کا فیصلہ کیا۔ اپنے حجرے سے بہت کم تعداد میں چند طلبا ساتھیوں کے ہمراہ تحریک کا آغاز کیا۔ اُن وحشی افراد کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے بہت کم عرصے میں ان جرائم پیشہ افراد سے عوام کو نجات دلائی۔

آپ کو قندھار کے ایک تاریخی جلسے میں 1500 علمائے کرام کی جانب سے امیر المؤمنین کا لقب دیا گیا، جس کے بعد افغانستان سمیت دنیا کے دیگر حصوں میں موجود مسلم آبادی نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کا آغاز کیا۔ جب 'اپنے سمجھے جانے والوں' کی طرف سے 'غداری کی سہولت' ملنے کے بعد امریکی جارحیت کے نتیجے میں امارت اسلامیہ کو سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا تو امیر المؤمنین رحمہ اللہ نے عوام کے سکون اور دوبارہ اسلامی نظام کی احیاء کے لیے پہاڑوں کو اپنا مسکن بنا کر وہاں سے امریکی جارحیت کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ یہ جہاد آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کے تربیت یافتہ مجاہدین جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے جانشین ملا اختر محمد منصور تقبلہ اللہ نے بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کو کفار کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کے لیے مجاہدین کو اچھی طرح منظم کیا اور کفار کو ناکوں چنے چبوائے۔

امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد امیر المؤمنین شیخ ہِبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ نے اسلام کے اس مقدس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اپنے اسلاف کی تاریخ دہراتے ہوئے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لا رہے ہیں۔ مجاہدین مسلمانوں کے ساتھ بہت گہری محبت رکھتے ہیں۔ انہیں کفار کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کے لیے قربانیاں دیتے ہیں۔ اسی لیے ضروری ہے کہ مجاہدین نے کفار کو افغان سرزمین سے نکالنے کے لیے جدوجہد شروع کی ہوئی ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ جب مجاہدین کی قربانیاں اہل اسلام کے لیے آرام و سکون کا باعث ہیں اور انہیں کفار کے ظلم سے نجات دلانے میں مصروف ہیں چاہیے کہ وہ بھی مجاہدین کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

طالب جان

عوام کس کے ساتھ ہیں؟

"عوام کس کے ساتھ ہیں یا پھر مجاہدین کس کے ساتھ ہیں؟"

افغان معاشرے میں مجاہدین ایک مقدس مرتبے کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ افغانستان کی دین دار عوام مجاہدین سے محبت کو اسلامی ذمہ داری قرار دیتی ہے۔ مجاہدین اس قوم کے وہ لوگ ہیں، جو دین کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ مجاہدین اسلامی شعائر کی حفاظت کرنے والی ایک اہم اور مقدس جماعت ہے۔ اس لیے اگر اس نکتے پر غور کیا جائے تو پھر یہ کہنا ٹھیک ہو گا کہ 'مجاہدین عوام کے ساتھ ہیں'۔ کیوں کہ دین کی خاطر قربانی دینے والے عوام کے ہیرو کہلاتے ہیں۔ اس لیے اس قوم کے لیے مجاہدین سے محبت ایمان کا درجہ رکھتی ہے۔ اب اگر ہم یہ کہیں کہ افغان قوم میں دین اسلام کے لیے قربانی دینے کا جذبہ موجود ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجاہدین بھی اسی کی حمایت اور انہیں کفار کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

اس کے لیے کہ عوام کس کے ساتھ ہیں؛ چند سادہ مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے دنیا کے سامنے اسلامی نظام کا نمونہ پیش کیا۔ دنیا میں امن و سکون کا پیغام پہنچایا۔ خدائی نظام اور رحمت کی دعوت پوری دنیا میں پہنچائی، لیکن دنیا کو امیر المؤمنین کا یہ طرزِ زندگی پسند نہ آیا۔ پوری دنیا امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی مخالفت میں اکٹھی ہو گئی۔ امیر المؤمنین سے کئی مطالبات کیے، لیکن انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کفار کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے رہے۔ ان کے کسی مطالبے پر کان نہیں دھرے۔ صرف اللہ کی خاطر دنیا کی دجالی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان کارزار میں کود پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ دنیائے کفر کے درجنوں ممالک کلیسا کے علم پر چند نام نہاد اسلامی ممالک کے اتحاد سے افغانستان پر حملہ آور ہوئے اور تمام تر انسانی اور اسلامی اقدار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا گیا۔

38 سال قبل روسی کٹھ پتلی 'خلق پارٹی' نے افغانستان کے تعلیمی اداروں میں افغان قوم کے وسائل پر افغانوں کی خواہشات کے خلاف لوگوں کی ذہن سازی کی اور لوگوں کو داؤد خان کے خلاف بغاوت پر اُکسایا، تاکہ یہاں غیر اسلامی اور کمیونسٹ حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ یہاں تک کہ داؤد خان کے خلاف بغاوت کرائی گئی۔ لیکن یہ لوگ جہاد، شہادت، ہجرت، اسارت اور انقلاب میں بے بہا تکالیف برداشت کرنے کے لیے ذہنی طور پر بالکل تیار نہیں تھے، لیکن مسجد اور حجرے کے سادہ مزاج طالب جان اور ملّا نے یہ تمام تکالیف برداشت کیں۔ اپنے محلے اور مسجد کے عالم کے فتویٰ پر ڈیڑھ ملین شہداء کی قربانی دی۔ ہجرت، اسارت اور شہادت سمیت بیش بہا تکالیف اٹھائیں۔ کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔

انقلاب کے آغاز سے انجام تک افغان عوام اپنے علماء کے شانہ بہ شانہ کھڑے نظر آئے۔ اگرچہ کچھ افراد اور جماعتوں نے داؤد خان کی حکومت کے خلاف کمیونسٹ حکومت کی حمایت کا اعلان کیا، لیکن ان کی کوئی قدر نہیں رہی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عوام کس کے ساتھ تھے! کس کے فتویٰ پر افغانوں نے روس اور اس کے جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد اور قربانی کے میدان میں اپنی موجودگی لازمی بنائی۔ جب مجاہدین کامیاب ہوئے تو کفار نے اپنی عادتِ بد کے

مطابق انہیں ایک اسلامی نظام قائم کرنے اور متحد ہونے نہیں دیا، بلکہ اپنے زر خرید غلاموں کے ذریعے ان کے درمیان اختلاف ڈال کر شر و فساد کی راہ ہموار کی۔

افغانستان کے علماء اور ان کے حکم کی تعمیل کرنے والے افغان عوام ان دِگرگوں حالات سے نجات کے لیے ایک نئے انقلاب کی راہ دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ ان کے لیے مسیحا بن کر آئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے افغانستان کو فسادات اور باہمی جنگوں سے نجات دلا کر ایک مقدس شرعی نظام نافذ کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ مجاہدین اسی قوم کے بیٹے تھے۔ ان کی قربانیاں اہل اسلام اور افغان قوم کے لیے نجات کا باعث بھی بن گئیں۔ عوام کی محبت کی انتہا یہ تھی کہ مجاہدین کے علاقے میں پہنچنے سے پہلے لوگ ان کے استقبال کے لیے نکل آتے۔ گھروں میں کھانے تیار کر کے مجاہدین کے جنگی محاذوں پر پہنچائے جاتے۔ یہاں تک کہ اس قوم نے مجاہدین کے ساتھ کسی قسم کی جانی اور مالی قربانی دینے سے دریغ نہیں کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عوام کس کے ساتھ ہیں!

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے دنیا کے سامنے اسلامی نظام کا نمونہ پیش کیا۔ دنیا میں امن و سکون کا پیغام پہنچایا۔ خدائی نظام اور رحمت کی دعوت پوری دنیا میں پہنچائی، لیکن دنیا کو امیر المؤمنین کا یہ طرز زندگی پسند نہ آیا۔ پوری دنیا امیر المؤمنین رحمہ اللہ کی مخالفت میں اکٹھی ہوگئی۔ امیر المؤمنین سے کئی مطالبات کیے، لیکن انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کفار کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بنے رہے۔ ان کے کسی مطالبے پر کان نہیں دھرے۔ صرف اللہ کی خاطر دنیا کی دجالی قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان کارزار میں کود پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ دنیائے کفر کے درجنوں ممالک کلیسا کے حکم پر چند نام نہاد اسلامی ممالک کے اتحاد سے افغانستان پر حملہ آور ہوئے اور تمام تر انسانی اور اسلامی اقدار کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا گیا۔ ایک کفریہ جمہوری حکومت قائم کی گئی۔ افغان قوم پر ظلم و ستم کی ایسی داستان رقم ہوئی کہ قلم اس کے لکھنے سے عاجز ہے۔

اگرچہ کفار جارحیت کے آغاز میں صرف مجاہدین کو اپنا دشمن اور ہدف قرار دے رہا تھا۔ عام افغان شہریوں کو اپنا حامی بنانے کے لیے ان پر پہلے پہل حملوں سے گریز کیا، تاکہ مجاہدین اور عوام کے درمیان فاصلے پیدا کیے جاسکیں، تاکہ مجاہدین میں دوبارہ امریکا کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا نہ ہوسکے۔ عوام میں سے چند بے ضمیر افراد کو جمہوری حکومت میں شامل کر کے ان کے ذریعے پُرزور پروپیگنڈا کرایا گیا کہ امریکا اور اس کی اتحادی فورسز صرف اور صرف مجاہدین سے لڑنے آئی ہیں۔ عام شہری بالکل فکر نہ کریں، لیکن افغان قوم پر ان پروپیگنڈوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ کفار نے مجاہدین کو ہدف بنانے کے بہانے ہزاروں شہریوں کا خون بہایا۔ اللہ کی قسم افغانستان کی حالت ایسی ہوگئی کہ ایک دن ٹھہرنا بھی مشکل ہوگیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ وہ کون سے عوامل تھے کہ اتنی تکالیف کے باوجود کفار مجاہدین اور عوام کا باہمی تعلق نہ توڑ سکے۔ کفار کے بے انتہا مظالم کے باوجود افغان عوام اس بات پر مجبور نہ ہوسکے کہ وہ مجاہدین سے اپنی راہیں جدا کر لیں۔ کیوں کہ مجاہدین کی تحریک کی ابتدا بھی ان ہی غیور عوام کے بیٹوں کی بیش بہا قربانیوں کی ہی مرہونِ منت ہے۔ یہی عوام مجاہدین کے شانہ بہ شانہ کھڑے نظر آتے ہیں۔ یہ تعلق وقت گزرنے کے ساتھ مزید پختہ ہوتا جا رہا ہے۔ اسی لیے افغانستان کی سرزمین کفار اور ان کے کاسہ لیسوں کے لیے جہنم بن گئی ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ عوام کس کے ساتھ ہیں! یہ ایک حقیقت ہے کہ مجاہدین عوام کے ساتھ اور عوام مجاہدین کے ساتھ ہیں۔ حقائق آئے روز سامنے آتے جا رہے ہیں۔ کفار کے پروپیگنڈے کے غبارے سے ہوا نکلتی جا رہی ہے۔ پروپیگنڈا کرنے والے ذلیل اور شرمندہ ہوں گے۔

ان شاء اللہ

افغانستان مجاہدین کے ہاتھ آرہا ہے

شکور شفق

اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکا نے اپنی جارحیت کے دوران عوام کو ایک ایسی کمزور اور بے اختیار انتظامیہ کا تحفہ دیا ہے، جس سے نہ صرف امن پسند عوام مظالم کا شکار ہیں، بلکہ بجائے خود اب مغرب اور امریکا کے پالیسی ساز بھی اس ناسور کے علاج سے عاجز آچکے ہیں۔ انہیں کوئی ایسا طریقہ بھی سمجھ نہیں آرہا ہے جس سے انارکی، خودسری اور طوائف الملوکی کے آگے بند باندھا جاسکے۔ پورے افغانستان سمیت خصوصاً کابل میں ہونے والی جہادی کارروائیاں اس امر کو ثابت کررہی ہیں کہ کابل انتظامیہ کس قدر کسمپرسی کی شکار ہے۔ یہ اشرف غنی کا اقتدار مکڑی کے جالے کی طرح از حد کمزور ہے۔ مجاہدین کی کارروائیاں یہ بھی ثابت کررہی ہیں کہ جارحیت پسندوں کے ہاتھوں بنی ہوئی انتظامیہ انتشار اور شکست و ریخت کے آخری مراحل میں ہے۔ اس سے مستقبل میں کسی بہتری کی توقع تو پہلے بھی نہیں رکھی گئی تھی، لیکن اب اس کے بچ جانے کی امیدیں بھی بہت تیز رفتاری کے ساتھ دم توڑ رہی ہیں۔

جنرل دوستم کی ظالم اور کرائے کی قاتل ملیشیا کی جانب سے عوام کا قتل عام اور اسی کے نتیجے میں مجاہدین کی جانب سے جوابی کارروائی کی وجہ سے باہم برپا ہونے والے خونی معرکے بڑھتے ہوئے صدارتی محل کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ جب کہ کابل کے صدارتی محل کی صورت حال یہ ہے کہ وہاں پر صدر اور چیف ایگزیکٹو کے نام پر موجود دو مختلف الفکر آدمیوں کے درمیان اقتدار کی شدید کشمکش جاری ہے۔ یہ سب ایسے امور ہیں، جن سے کابل پر مسلط کردہ انتظامیہ کی کمزوری اور اس کے حکام کے درمیان باہم موجود منافقت کو دور سے ہی عیاں کرتے ہیں۔ اس سے یہ امکان بھی مزید مضبوط ہوتا ہے کہ اب صدارتی محل کے خون میں لت پت ہونے کا وقت قریب آتا جارہا ہے۔

دوسری طرف میڈیا رپورٹوں کے مطابق جارحیت پسند امریکی فوجی بگرام اور اپنے دیگر فوجی اڈوں میں دائمی تحفظ کے لیے میزائل ڈیفنس سسٹم نصب کر رہے ہیں۔ اگر اس کا ایک طرف مقصد یہ ہے کہ اپنی جارحیت کو مزید دوام بخشا جائے تو دوسری طرف اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ افغانستان کو چین، روس اور دیگر علاقائی ایٹمی ممالک کے خلاف ایٹمی جنگ کے لیے میدان بنایا جا رہا ہے۔ شاید جارح امریکی فوجی یہ سوچ رہے ہوں کہ افغانستان کو اپنے غلط مفادات کی خاطر صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کے خلاف ایک مورچے کے طور پر استعمال کریں گے۔ وہ افغانستان کو دوسرا ہیروشیما اور ناگاساکی بنانا چاہتے ہیں۔ جارحیت پسندوں کی کوشش ہے کہ کابل میں ایسی ہی ایک غیر منظم انتظامیہ موجود رہے، جس کی موجودگی میں یہ لوگ اپنے مخصوص مفادات تک پہنچ سکیں۔ دہشت گردی کے نام پر تالاب میں مٹی ڈالی جا رہی ہے، تاکہ اپنی مرضی کی مچھلیاں شکار کی جاسکیں۔

مگر ہم پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ افغان عوام کی امیدیں امارت اسلامیہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ امارت اسلامیہ ایک ذمہ دار اور باوقار ادارے کی طرح کبھی بھی کسی کو بھی نہ صرف یہ کہ اجازت نہیں دے گی، بلکہ ہر ایسے جابر کے راستے میں رکاوٹ بنے گی، تاکہ امریکی افغان عوام کے گھر کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے لیے استعمال نہ کرسکیں۔

مجاہدین نے ہی روس کی شکست کے بعد افغانستان میں پھیلنے والی انارکی اور خانہ جنگی کا خاتمہ کر کے افغانستان کو ایک عظیم آزادی سے ہم کنار کیا تھا۔ 2001 میں مغربی جارحیت کے خلاف جہاد کو جاری رکھ کر مفاد پرست خارجیوں کے لیے سنہری مواقع کم کر دیے۔ سازشوں اور مظالم کا پوری بہادری سے مقابلہ کیا ہے۔ افغان عوام اور دنیا بھر میں افغانستان کے خیر خواہ و ہمدرد مطمئن رہیں کہ امارت اسلامیہ کی مدبرانہ قیادت اور مجاہدین نہ صرف یہ کہ جارحیت پسندوں کے خلاف عسکری میدانوں میں دشمن کا مقابلہ کر رہی ہے، بلکہ اس کی ہر سازش کی جانب متوجہ ہیں۔ وہ افغانستان کے خلاف تمام سازشوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔

بدعنوانی اور سیگار کی رپورٹ

لطیف عزم

افغانستان میں مثالی امن قائم تھا۔ منشیات کی پیداوار پر پابندی کے بعد اس کا مکمل خاتمہ کیا گیا تھا۔ بدعنوانی، لاقانونیت اور بدانتظامی کے جراثیم سے پاک افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد صورت حال یہ ہے کہ پندرہ برس سے بدامنی، بدعنوانی، لاقانونیت اور منشیات کی پیداوار میں اضافے سے یہ ملک بدنام ہو کر رہ گیا ہے۔ کرپشن اور بدعنوانی میں ملوث حکمرانوں کے خلاف امریکا اقدامات اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے اور نہ ہی دنیا کے دوسرے ممالک آواز بلند کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ خیال کیا جا رہا تھا کہ امریکا کرپشن کو کم از کم سطح پر لانے کے لیے اقدامات اٹھائے گا۔ افغانستان دنیا بھر میں دوسرا بدعنوان ترین ملک ہے۔ توقع کی جا رہی تھی کہ 2016 اور 2017 میں کم از کم پانچویں اور چھٹے نمبر پر آئے گا، لیکن 2016 کے اعداد و شمار اور تحقیقات کے مطابق بدعنوان ممالک میں افغانستان پہلے نمبر پر آیا ہے۔

افغانستان کی تعمیر نو کے امور کی نگرانی کرنے والے امریکی ادارے سیگار (SIGAR) نے تحقیقات کے بعد ایک رپورٹ شایع کی ہے، جس کے مطابق افغان حکومت بدعنوانی اور لاقانونیت میں سب سے آگے ہے۔ سیگار کے سربراہ نے واضح طور پر کہا ہے کہ امریکا نہ صرف کابل انتظامیہ کی کرپشن اور بدعنوانی روکنے میں ناکام رہا ہے، بلکہ جان بوجھ کر کوشش کی جاتی ہے کہ افغانستان اس بدترین صورت حال سے نجات حاصل نہ کر سکے۔ سیگار کے سربراہ جان سوپکو نے گزشتہ ہفتے واشنگٹن میں منعقدہ عالمی امن کانفرنس کے موقع پر افغانستان کی موجودہ صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ امریکا اور دنیا کے دیگر ممالک نے افغانستان میں امن قائم کیا ہے اور نہ ہی کرپشن اور لاقانونیت کا خاتمہ کیا ہے، جس کے بعد جاری جنگ نے ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں۔

سوپکو نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ 'امریکا کی وزارت دفاع اور وزارت خارجہ کی جانب سے افغانستان کو اربوں ڈالر کی امدادی رقوم دی گئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اتنی بڑی رقم شفاف طریقے سے ملک کی تعمیر نو کے لیے خرچ کی جاتی تو آج افغانستان تمام پڑوسی ممالک سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہوتا، لیکن امریکیوں نے امدادی رقم دینے کے بعد استعمال کے لحاظ سے شفافیت کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ کیوں کہ مالی اعانت کے معاہدے ان لوگوں کے ساتھ کیے گئے، جو سابق شمالی اتحاد میں شامل تھے۔ انہوں نے امریکا کے ساتھ تمام معاملات پر سودے بازی کے تحت معاہدے کر کے امداد کی آڑ میں دی جانے والی رقم کرپشن کی نذر کر دی ہے۔

سیگار کے سربراہ نے کہا کہ گزشتہ پندرہ برس کے دوران افغانستان میں 2 ہزار سے زائد امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں زخمی ہوئے اور امریکیوں کے ہاتھوں تقریبا دو ٹریلین ڈالر تقسیم کیے گئے، لیکن اس کے باوجود افغانستان میں امن قائم ہوا اور نہ بدعنوانی و کرپشن ختم ہوئی۔ کیوں کہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خود امریکا نہیں چاہتا کہ افغانستان میں امن قائم ہو۔ جنگ کا خاتمہ ہو۔ اب وقت گزرنے کے بعد حامد کرزئی پر بھی واضح ہوا ہے کہ امریکا افغانستان میں عدم استحکام چاہتا ہے۔ وہ ہرگز امن اور ترقی کا حامی نہیں ہے۔

جب تک امریکا افغانستان پر قابض رہے گا، تب تک یہاں امن، استحکام اور ترقی و خوش حالی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ جب کہ اشرف غنی کے دور حکومت میں بدعنوانی کی شرح بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہے۔ ان کے کرپشن کے خلاف تمام وعدے صرف وعدے ہی رہے۔ کرپشن کے خلاف عملی اقدامات اٹھانے کے بجائے کابینہ کے اہم وزراء ہی اس بدعنوانی میں ملوث ہیں، جو افغان عوام کے لیے نہ صرف باعث تشویش ہے، بلکہ باعث شرم بھی ہے۔

کٹھ پتلی فوج شکست کے دہانے پر

ابو عابد

کفار نے اسلامی ممالک پر قبضے اور جارحیت کے بعد ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ مقامی لوگوں کی بطور جنگجو خدمات حاصل کی جائیں، جو اسلامی سرزمین پر کفار کے مفادات کے لیے لڑتے رہیں۔ ان کے سیاسی، عسکری، اقتصادی اور ثقافتی مفادات کے تحفظ کے لیے کرائے کے سپاہی بن جائیں، جس سے کفار کی جارحیت کو مزید تقویت ملے۔

امریکا اور اس کے جارحیت پسند اتحادیوں کی ڈیڑھ لاکھ فوج، جدید ٹیکنالوجی اور مختلف سیاسی و عسکری سازشیں اللہ تعالی کی مدد و نصرت سے ناکارہ ہوگئیں تو اپنی شکست خوردہ فوج کے بدلے داخلی کٹھ پتلی فوج، پولیس اور ملیشیا کو توسیع دینا شروع کر دی۔ امریکا نے لاکھوں افغانوں کو جنگ میں استعمال کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر تیاری کی ہے۔ افغانستان کے مختلف حصوں میں چھاؤنیاں، عسکری اکیڈمیاں فوج کے رہنے کے لیے تعمیرات کیں۔ دشمن فوج کی ذہن سازی کر کے لوگوں کو توڑنے کے لیے بھی امریکا نے وسیع پیمانے پر مالی تعاون، پروپیگنڈا اور عملی اقدامات کیے ہیں۔ امریکا کہتا ہے اُس نے گزشتہ چند سالوں میں ایک لاکھ پچانوے ہزار اہل کاروں پر مشتمل فوج تشکیل دی ہے۔ اسی طرح پولیس، سرحدی فورسز اور اربکیوں کو بھی شامل کیا جائے تو امریکا کی مسلح قوت کی کل کاغذی تعداد تین لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔

امریکی جارحیت پسندوں کو اطمینان تھا کہ اتنے وسیع پیمانے پر دفاعی قوت کی تشکیل سے مجاہدین کی واپسی کا راستہ روکا جا سکے گا۔ قریبی عرصے میں افغانستان میں

> گزشتہ چند ماہ میں ہلمند، ارزگان، قندوز، بغلان، بدخشان، قندھار، فاریاب اور دیگر علاقوں میں اجتماعی طور پر بہت سے فوجی مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ ہزاروں ملین کا بھاری اور ہلکا اسلحہ، اسی طرح امر اور ہموی ٹینکوں سمیت جنگی وسائل مجاہدین کے حوالے کیے ہیں۔ ہتھیار ڈالنے والے فوجیوں کے ساتھ مجاہدین اچھا نرم رویہ اور سلوک کرتے ہیں، جسے دیکھ کر دیگر فوجی بھی ہتھیار ڈالنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجاہدین منظم طریقے سے ہتھیار ڈالنے والوں کے ویڈیو مناظر سوشل میڈیا پر پھیلاتے ہیں۔ اس طرح فوج کو پیغام دیتے ہیں کہ امریکا کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں اور مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ مجاہدین کے عسکری اور اعصابی حملوں نے فوج کے حوصلے پست اور اعصاب شل کر دیے ہیں۔ اب فوجی یا تو ہتھیار ڈال رہے ہیں یا فوج سے ہی فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دونوں صورتوں میں امریکی تربیت یافتہ فوج افراد کی کمی اور مورال کی پستی کا شکار ہے۔

جنگ کی صورت حال اچانک تبدیل ہو رہی ہے۔ مجاہدین مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ اشرف غنی کا ٹولہ' ان کا راستہ روکنے میں ناکام ثابت ہوا ہے۔ وہ فوج منتشر اور شکست کی حالت میں ہے۔

حال ہی میں بہت سے تحقیقاتی اداروں اور میڈیا نے اس راز سے پردہ اٹھایا ہے کہ افغانستان میں امریکا کی تربیت یافتہ فوج، پولیس اور ملیشیا کی صفوں سے ہزاروں اہل کار نکل کر بھاگ چکے ہیں، جن کی تنخواہیں ان کے کمانڈر کھا جاتے ہیں۔ حقوق اور انصاف کے نام سے بنائے گئے تحقیقاتی ادارے نے اپنے سروے میں بتایا ہے کہ افغانستان کی ایک لاکھ تیس ہزار تعداد کاغذ پر لکھی ہوئی صرف خیالی فوج ہے۔ اس کے نام پر تنخواہیں اور وسائل وصول کیے جاتے ہیں۔ بعد ازاں سکیورٹی اداروں کے افسر اور علاقائی رہنما اس رقم کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ ادارے کے سربراہ شمس الدین شمس نے میڈیا کو بتایا ہے کہ انہوں نے 27 صوبوں میں سروے کیا ہے۔ وہ فوج، پولیس اور دیگر اداروں کے مراکز تک گئے ہیں اور تحقیقی معلومات کی بنیاد پر یہ رپورٹ تیار کی ہے۔

ہلمند کی صوبائی اسمبلی کے سکیرٹری عبدالکریم اتل نے کچھ عرصہ قبل وائس آف امریکا ریڈیو کو بتایا کہ ان کی معلومات اور اندازوں کے مطابق سکیورٹی اداروں کے 40 فیصد اہل کاروں کا وجود ایک خواب سے کم نہیں ہے۔ رپورٹ کے مطابق ہلمند کو دی جانے والی صرف پولیس کی باقاعدہ سرکاری طور پر کاغذات میں درج

تعداد اکتیس ہزار ہے، مگر درحقیقت وہاں اس سے آدھے بھی موجود نہیں ہیں۔ اس لیے مجاہدین یہاں کا95 فیصد علاقہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

افغانستان میں امریکی امداد کی نگرانی کرنے والے ادارے سیگار کے تفتیش کاروں کے اعلی افسر جان سوپکو نے گزشتہ سال امریکی کانگریس کو معلومات دیتے ہوئے کہا کہ ہم افغان سکیورٹی فورسز کے ان اعداد و شمار کی تصدیق نہیں کر سکتے، جو کابل انتظامیہ بتاتی ہے یا جس کا دعوی کرتی ہے کہ اس قدر تعداد میں لوگ ہمارے پاس ڈیوٹی پر فعال ہیں۔ دوسری طرف ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق کابل انتظامیہ کے ایک اعلی عہدے دار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر چینل کو بتایا کہ افغانستان کی تمام سکیورٹی فورسز کی تعداد120 ہزار ہے، جن میں سے کارآمد صرف ایک تہائی ہیں۔ امریکا کی کٹھ پتلی فوج کے متعلق خیالی اور غیر معروضی اعداد و شمار کی حقیقت یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ مزدور فوج درحقیقت اتنی بڑی نہیں ہے، جتنا اس کے بارے میں پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔

رواں سال لویہ جرگہ کے خیمے میں مقتول رہنما برہان الدین ربانی کی پانچویں برسی منائی جا رہی تھی۔ حسب روایت مقررین میں نمایاں شخصیت ایک عبدالرب رسول سیاف بھی تھی۔ سیاف کو حکومت میں اہم اور بہترین مقرر کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس طرح کے پروگراموں میں عموماً ان کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ وہ ہر بار کچھ نئے مشورے اور پیش گوئیاں اپنی حکومت کو دیتے ہیں، مگر سیاف نے اپنی اس تقریر میں صرف ایک نکتے پر بات کی تھی۔ انہوں نے حکومتی رہنماؤں سے بہت تاکید سے مطالبہ کیا کہ بقول ان کے عوام کو فوج کی پشت پر کھڑا کیا جائے، تاکہ عوام فوج کے لیے امداد فراہمی کے ڈپو کا کردار ادا کریں۔ سیاف نے کہا کہ ہماری فوج کے نقصانات حد سے زیادہ ہیں۔ اگر ہم نے ہلاک ہونے والے اہل کاروں کی جگہ نہ بھری تو بہت جلد ہماری فوج افرادی کمی کا شکار ہو جائے گی۔

امریکی تعاون سے بننے والی مزدور فوج آغاز ہی سے افرادی کمی کا شکار رہی ہے۔ اس فوج کو پورے افغانستان سے مطلوبہ تعداد میں بھرتی کے لیے افراد نہیں مل سکے، بلکہ ان کا سارا بھروسا افغانستان کے شمال مشرقی، کچھ مرکزی یا مشرقی علاقوں پر رہا ہے۔ معروف تجزیہ کار طوفان وزیری نے شمشاد ٹیلی ویژن سے گفتگو کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ اب بھی حکومتی سکیورٹی ادارے افراد کی بھرتی میں شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ کیوں کہ ان فورسز کا اعتماد بہت محدود علاقے پر رہا ہے۔ ابھی مسلسل فوج کے اہل کار مر رہے ہیں۔ محصور ہو رہے ہیں۔ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہیں۔ زخمی، قیدی یا معذور فوجیوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میدان جنگ میں انہیں ضروری کمک فراہم نہیں کی جاتی۔ بہت سے علاقوں میں فوج کو کھانا تک پورا فراہم نہیں کیا جاتا۔ اس حکومتی سلوک نے تمام لوگوں کو مایوس کر دیا ہے۔ اب کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اپنے نوجوان فوج یا پولیس میں بھرتی کرائے۔

اگرچہ امریکا کی جانب سے تربیت یافتہ اور تعینات فوج اور پولیس کے انحطاط کا آغاز بہت پہلے شروع ہو چکا تھا، البتہ گزشتہ چندماہ میں مسلح افراد کی حالت بالکل خراب ہے اور دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ حکام کے آپس کے اختلافات، دائمی سیاسی کشمکش، سسٹم میں موجود حد درجہ کرپشن اور بدنظمی، کمک کی عدم فراہمی، اندازوں سے بڑھتے ہوئے نقصانات، مجاہدین کے منظم اور مضبوط حملے اس بات کا باعث ہیں کہ فوج مکمل طور پر اپنا حوصلہ ہار جائے اور مسلسل میدانوں سے پیچھے ہٹتی چلی جائے۔ حالیہ چندماہ میں افغانستان کے مختلف حصوں میں نہ صرف فوج کو بھاری نقصانات ہوئے ہیں، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں فوج اور پوری بریگیڈ مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہے۔

اس حوالے سے ہتھیار ڈالنے والے فوجیوں کے لیے مجاہدین کی نرم پالیسی بھی اس کا باعث ہے کہ وہ جنگ کے بدلے ہتھیار ڈال کر پُرامن زندگی گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ گزشتہ چندماہ میں ہلمند، اروزگان، قندوز، بغلان، بدخشان، قندھار، فاریاب اور دیگر علاقوں میں اجتماعی طور پر بہت سے فوجی مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ ہزاروں ملین کا بھاری اور ہلکا اسلحہ، اسی طرح ہمر اور ہموی ٹینکوں سمیت جنگی وسائل مجاہدین کے حوالے کیے ہیں۔ ہتھیار ڈالنے والے فوجیوں کے ساتھ مجاہدین ایسا نرم رویہ اور سلوک کرتے ہیں، جسے دیکھ کر دیگر فوجی بھی ہتھیار ڈالنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجاہدین منظم طریقے سے ہتھیار ڈالنے والوں کے ویڈیو مناظر سوشل میڈیا پر پھیلاتے ہیں۔ اس طرح فوج کو پیغام دیتے ہیں کہ امریکا کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں اور مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ مجاہدین کے عسکری اور اعصابی حملوں نے فوج کے حوصلے پست اور اعصاب شل کر دیے ہیں۔ اب فوجی یا تو ہتھیار ڈال رہے ہیں یا فوج سے ہی فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دونوں صورتوں میں امریکی تربیت یافتہ فوج افراد کی کمی اور مورال کی پستی کا شکار ہے۔

عبید

ایف سولہ کی تباہی اور عظیم فتوحات

مجاہدین نے صوبہ پروان میں امریکی طیارے F16 کو بگرام ہوائی اڈے سے پرواز کرتے ہی مار گرایا۔ پینٹاگون نے طیارہ گرنے کی وجوہات بتانے سے گریز کرتے ہوئے ایک اعلامیے میں اس واقعے کی تصدیق کی ہے۔دوسری جانب مجاہدین نے صوبہ پکتیکا میں ضلع اومنہ کو چار روزہ محاصرے کے بعد آزاد کرالیاہے۔اس دوران کٹھ پتلی انتظامیہ کے بہت سے اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے ہیں۔جب کہ کچھ اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔اس کے علاوہ غنیمت کے طور پر ہتھیاروں کاایک بہت بڑاڈپو بھی مجاہدین کے ہاتھ لگاہے۔

مجاہدین کے ہاتھوں امریکی F16 طیارہ مار گرانے کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہ تیسراامریکی F16 ہے، جو مجاہدین کے میزائل حملے کا نشانہ بن کر تباہ ہواہے۔اس طیارے کی قیمت 120 ملین ڈالر سے 150 ملین ڈالر کے درمیان ہے۔امریکی اس کو بہادرباز اور شاہین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امریکی فوج کی جانب سے اس کا ڈیزائن چار دہائی قبل امریکا کی مشہور طیارہ ساز کمپنی 'لاک ہیڈمارٹن' کے سپرد کیاگیا تھا، جس نے اب تک 4500 ایف سولہ طیارے بنائے ہیں۔ اس کی فروخت کا اختیار امریکا کے پاس ہے۔ امریکی فوج نے اب تک ترکی اور متحدہ عرب امارت کو یہ طیارے فروخت کیے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ایف 16 طیارے کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہوا میں دیگر طیاروں کو نشانہ بناسکتا ہے اور زمین پر بھی آسانی کے ساتھ اپنے ہدف کو ٹارگٹ کر سکتا ہے۔یہ طیارہ ریڈار کو خاموش کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

لیکن امریکا کے جدید لڑاکا طیارے افغانستان میں مجاہدین کے ہاتھوں تباہ ہورہے ہیں۔پینٹاگون کا دل لرز رہاہے۔ کیوں کہ امریکا یہ چاہتا ہے کہ اس کی مسلح افواج محفوظ رہیں۔ اس کے مخالفین کے پاس ایسے جنگی آلات اور وسائل نہ ہوں، جن کے ذریعے امریکی طیاروں، ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کو نشانہ بناکر تباہ کردیں۔ اگر کسی نے امریکا کو چیلنج کیا تو اسے پتھر کے دور میں پہنچا دیا جائے گا، لیکن افغانستان میں گزشتہ پندرہ برس کے دوران ایمان اور عقیدے کی طاقت کے بل بوتے پر مجاہدین نے جدید ہتھیاروں سے لیس ڈیڑھ لاکھ فوج کو نہ صرف شکست دی، بلکہ اس کے طیاروں، ٹینکوں اور دیگر فوجی آلات کو بھی تباہ وبرباد کردیاہے۔ اربوں ڈالرمالیت کا جدید جنگی سامان مجاہدین کے حملوں میں جل کر خاکستر ہوگیا ہے۔جدید ٹینکوں کے ٹکڑے جگہ جگہ پڑے ہیں۔ مجاہدین نے اللہ کی مدد اور عوام کی حمایت سے مغرور امریکا کوافغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں میں نشان عبرت بنادیا ہے۔

دو ہفتوں کے دوران صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل، صوبہ پکتیکا کے ضلع اومنہ، صوبہ ہلمند کے دواضلاع ناوہ اور خانشین اور صوبہ بادغیس کے ضلع غورماچ کی فتح اور ایف سولہ کی تباہی عظیم فتوحات ہیں۔ بلاشبہ ان عظیم فتوحات کے باعث عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے اللہ تعالی نے فتوحات کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رکھا تو اسی سال امریکا اور اس کے حواریوں کو افغانستان میں شکست سے دوچار ہوکر یہاں سے جاناپڑے گا۔ سابق سوویت جارحیت پسندوں کے انخلا کی طرح امریکا اور نیٹو کے بھاگنے کے بعد بھی افغانستان میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی

بت شکن

کمزور اشرف غنی پر مغرب کی تنقید

افغان کٹھ پتلی انتظامیہ کی بے پناہ کرپشن، بے گناہوں کے قتل عام، وطن فروشی اور لوٹ مار کے تعفن سے نہ صرف ہمسایہ ممالک تنگ آ چکے ہیں، بلکہ اس انتظامیہ کے غیر ملکی مؤسسین بھی اس حالت کو دیکھ کر شدید تشویش میں مبتلا ہیں۔ وہ غیر ملکی کفار، جنہوں نے اپنے شاہی ناز نخروں سے پالے فوجیوں کو افغانستان میں جمہوری نظام کے قیام کے لیے قربان کیا اور اپنے تمام خزانے افغانستان میں اپنے غلاموں کی مدد کے لیے جھونک دیے، اس کے باوجود جمہوری حکومت کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ وہ اب اشرف غنی اور عبد اللہ کی حکومت سے ناراض نظر آتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بین الاقوامی کانفرنسز میں اپنے دونوں غلاموں کو تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔

کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو مکمل نا امیدی کی دلدل میں گرنے سے روکنے کے لیے کچھ ممالک اس کی حمایت کے لیے میدان میں کود پڑتے ہیں، تاکہ نئی وجود میں آنے والی جمہوریت باقی رہے۔ اسی لیے بین الاقوامی سطح پر افغانستان کی امداد کے نام پر کانفرنسز کا انعقاد کیا جاتا ہے، لیکن وہاں مغربی ممالک افغان کٹھ پتلیوں کی امداد کے بجائے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں نیوزی لینڈ کے وزیر خارجہ میک کولی نے افغانستان کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو کمزور اور کرپٹ ترین کہا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہی کرپشن امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

نیوزی لینڈ میڈیا "nzherald.co.nz" کی رپورٹ کے مطابق اس ملک کے وزیر خارجہ نے 15 ستمبر کو افغان کٹھ پتلی انتظامیہ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔ میک کولی نے اشرف غنی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ 'وہ وقت آ پہنچا ہے کہ اس موضوع پر کھل کر بحث کی جائے کہ یہاں امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟'

نیوزی لینڈ کے وزیر خارجہ نے افغانستان کے ساتھ اپنے فوجی اور مالی تعاون کی یاد دہانی کراتے ہوئے کہا کہ 10 سال قبل نیوزی لینڈ کے 3500 فوجیوں نے افغانستان میں اپنی خدمات انجام دیں، جن سے ہمارے کئی فوجی ہلاک بھی ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ گزشتہ 15 سال سے بین الاقوامی کوششوں اور امداد کے باوجود امن کا بحال نہ ہونا اشرف غنی کے کمزور ہونے کی واضح دلیل ہے۔ میک کولی نے کہا کہ جب دو سال قبل اشرف غنی اور عبد اللہ نے نئی حکومت کے اعلان سے افغانستان سے کرپشن اور امن کی بحالی کا اعلان کیا تھا، اس کی کوئی جھلک ابھی تک نظر نہیں آتی۔ جان کیری کے ہاتھوں وجود میں آنے والی حالیہ حکومت انتخابی نظام میں اصلاحات لانے میں مکمل طور پر ناکام رہی ہے۔ یاد رہے نیوزی لینڈ کی فوج افغانستان کے صوبے بامیان میں تعینات تھی۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی مثالیں ہیں، جن سے کابل انتظامیہ کی کمزوری کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب مغربی ممالک کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے تعاون پر پشیمان ہیں۔ یہ امکانات بھی بہت کم ہیں کہ مغربی ممالک کابل کے ساتھ ماضی کی طرح ہمدردی دکھاتے رہیں گے۔ اب کابل کی کٹھ پتلیوں کو چاہیے کہ اپنے نظام کی کامیابی کے لیے اقدامات اٹھائیں اور دنیا کو دکھائیں کہ وہ مغرب کی امداد اور تعاون کے بغیر بھی نظام چلا سکتی ہیں یا مغربی جارحیت پسند کابل کی کٹھ پتلیوں کو مزید نہ نچائے۔ افغان قوم کو اُس کی مرضی کی حکومت منتخب کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

مجاہدین کامیاب یا ناکام؟

قاری سعید

ایک امریکا نواز ویب سائٹ میں ایک مضمون نظر سے گزرا، جس کا عنوان تھا: 'طالب! خدا کی قسم تم ناکام ہو...!' مَیں نے چاہا کہ مضمون پڑھ لوں، تاکہ افغانستان میں موجودہ صورتِ حال کے حوالے سے مجاہدین کی ناکامی کے اسباب سے آگاہی ہو جائے۔

مَیں نے مضمون پڑھا۔ اس میں کامیابی اور ناکامی کے بارے میں مضمون نگار کی رائے اور درج کیے گئے دلائل بہت کمزور اور غیر معقول تھے۔ مضمون نگار نے لکھا تھا کہ افغانستان کی نصف آبادی خواتین پر مشتمل ہے اور وہ نہیں چاہتیں کہ یہاں مجاہدین کی حکومت ہو۔ کیوں کہ مجاہدین انہیں حقوق نہیں دیتے ہیں۔ بقیہ نصف آبادی بچوں اور بزرگوں پر مشتمل ہے، جن کا کوئی اثر و رسوخ نہیں ہے۔ بقیہ نصف میں زیادہ تر لوگ مجاہدین کے مخالف ہیں، جب کہ ان کے حامی بہت کم ہیں۔ اس حساب سے مضمون نگار کے تجزیے کے مطابق افغانستان کے صرف 12 فیصد لوگ مجاہدین کے حامی اور 88 فیصد مخالف ہیں۔ اس لیے انہوں نے قسم کھا کر دعویٰ کیا کہ مجاہدین کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔

دوسری دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ مجاہدین کی تعداد بہت کم اور ان کے وسائل بہت محدود ہیں، جب کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی لاکھوں افواج مدمقابل ہیں، جن کے پاس جوہری ہتھیاروں، میزائلوں اور طیاروں کی فراوانی ہے۔ امریکا کی ایک کمپنی گوگل یا مائیکروسافٹ کی سالانہ آمدنی مجاہدین کی پوری معیشت سے کئی گنا زیادہ ہے۔

> اگر خدانخواستہ مجاہدین کے ہاتھوں کفریہ قوتوں کے مقدر میں شکست نہ ہو تو پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجاہدین کامیاب ہیں، کیوں کہ وہ راہِ حق کے سپاہی ہیں۔ ان کا مؤقف فلسفہ اسلام کا عکاس ہے۔ موجودہ پُرفتن دور میں ان کا مشن بہت مقدس ہے۔ وہ جہاد جیسی سخت ترین عبادت میں معروف ہیں۔ شہادت اور فتوحات ان کی تمنا ہے۔ انہوں نے صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے بلاعوض اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں، جو بلاشبہ اللہ کے نزدیک بہت نیک عمل ہے۔ انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے، جو کامیابی کی راہ ہے۔

اس صورت حال میں مجاہدین کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ مذکورہ مضمون کے سادہ لکھاری کے جواب میں خیال آیا کہ ایک تحریر میں اس مضمون نگار جیسے دیگر لکھاریوں کے فلسفہ کامیابی کی تشریح واضح کروں، کیوں کہ آج کل لوگ دنیا کے ظاہری اسباب کو دیکھتے ہیں اور مادہ پرستی کے اس دور میں مسلمان بھی روحانیت اور اس کی حقیقی برکت سے غافل ہو چکے ہیں۔ آج کے دور میں لوگ کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ظاہری وسائل کو دیکھ کرتے ہیں۔ اس لیے وہ حقیقی اسباب کو نظرانداز کر کے غلط فہمی کا شکار ہیں۔

کامیابی منزل مقصود تک پہنچنے کا نام ہے۔ جس کو عربی میں 'فوز' یا 'فلاح' کہا جاتا ہے۔ دنیا میں کامیابی کا لفظ مختلف مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً کلاس میں کامیابی حاصل کرنا، علم میں کامیابی حاصل کرنا، روزمرہ زندگی میں کامیابی حاصل کرنا، گھریلو زندگی میں کامیابی حاصل کرنا، الیکشن میں کامیاب ہونا، جنگ میں کامیابی حاصل کرنا وغیرہ۔ البتہ جب صرف کامیابی کا ذکر ہوتا ہے تو اس کا مطلب حقیقی کامیابی اور اللہ کے امتحان میں سرخ رُو ہونا ہے۔ یہ وہ کامیابی ہے کہ انسان عملی زندگی کے مرحلے میں داخل ہو کر اس سفر کو جاری رکھتا ہے۔ اگر اس نے اللہ کے احکامات پر عمل کیا تھا اور منکرات سے اجتناب کیا تھا تو وہ کامیاب ہے۔ روزِ محشر اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمام انسانیت کے سامنے امتحان کے نتائج کا اعلان کیا جائے گا تو وہ امتحان میں کامیابی کے بعد ہشاش بشاش نظر آئے گا۔ اگرچہ دنیا میں وہ مغلوب، پریشان اور مصیبتوں میں گھرا ہوا تھا۔

حقیقی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ کوئی انسان قرآن پاک کے احکامات اور شرعی قوانین کے مطابق زندگی گزارے۔ اس کا کردار شریعت کے موافق ہو، تب وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا کردار شریعت کے موافق ہے، اگرچہ دنیا میں کمزور کیوں نہ ہو، لیکن اخروی زندگی کے لحاظ سے وہ کامیاب کہلائے گا اور وہ روزِ محشر کامیاب لوگوں کی صف میں کھڑا ہو گا۔ یہاں چند مثالوں پر غور کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قبیلے کے لوگ آئے۔ آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ صحابہ کرام کو بھیج دیا جائے، تاکہ وہ ہمیں دین سکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کرام کو بھیجا۔ جن میں حضرت انس حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس قبیلے نے غداری کی اور ان تمام صحابہ کرام کو شہید کر دیا۔ اس موقع پر ایک کافر نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو پیچھے کی جانب سے نیزے سے مارا، انہوں نے شہادت سے قبل کہا: فزت و رب الكعبه ۔ ربِ کعبہ کی قسم، مَیں کامیاب ہوا۔

شہادت کے وقت شہید کو جنت دکھائی جاتی ہے۔ اس لیے صحابی نے جنت دیکھتے ہی اپنی کامیابی کا اعلان کیا۔ اگرچہ وہ مظلوم تھے، لیکن اپنی تمام تر مظلومیت کے باوجود انہوں نے خود کو کامیاب قرار دیا اور قسم کھا کر کہا کہ مَیں کامیاب ہو گیا۔

اگر ظاہراً دیکھا جائے تو یہ تمام صحابہ کرام مغلوب تھے۔ سب کو شہید کر دیا گیا۔ انہیں دعوت اسلام کے لیے بھیجا گیا تھا، لیکن دعوت سے قبل سب کو شہید کر دیا گیا۔ اگر اس کا روحانی پہلو دیکھیں تو وہ سب کامیاب ہیں، کیوں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا اور قرآن کی خدمت کرنے کی راہ میں مارے گئے۔ وہ دنیا کی نظر میں مغلوب اور مظلوم تھے، لیکن اللہ کے نزدیک کامیاب ہیں۔

عاشورہ کا دن ہمیں کربلا کا واقعہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تاریخی کارنامہ یاد دلاتا ہے، جو پوری امت کے لیے ایک تاریخی سبق کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ چند محدود ساتھیوں سمیت اپنے وقت کے ظالم، جابر اور نااہل حکمران یزید کے خلاف میدان میں کھڑے ہوئے۔ کربلا کے میدان میں اپنے 72 ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔ مسلمان جب واقعہ کربلا کا ذکر کرتے ہیں تو وہ یہ نہیں کہتے کہ امام حسین رضی اللہ نے شکست کھائی، بلکہ امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ وہ کامیاب ہوئے۔ کیوں کہ انہوں نے ایک نئی تاریخ رقم کی اور مسلمانوں کو جابر اور ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ان کے ظلم کے مقابلے میں سر اُٹھا کر جینے کا درس دیا۔ بظاہر انہیں راستے سے ہٹایا گیا، لیکن حقیقت میں وہی کامیاب تھے۔

امارت اسلامیہ موجودہ جہاد کے بارے میں کامیابی کی دہلیز پر پہنچ چکی ہے، کیوں کہ پے در پے فتوحات، مجاہدین کا اخلاص، افرادی قوت اور اتحاد، عوام کی بھرپور حمایت، اسی فیصد رقبے پر حکومت اور مدمقابل دشمن کی صفوں میں شدید اختلافات و مسلسل شکست اس بات کا ثبوت ہے کہ امارت کامیاب ہے۔ ہمیں امید ہے جلد باقی علاقوں پر بھی امن کا سفید پرچم لہرائے گا۔ اسلامی نظام نافذ ہو گا۔ استعماری قوتیں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو کر بھاگ نکلیں گی۔

اگر خدانخواستہ مجاہدین کے ہاتھوں کفریہ قوتوں کے مقدر میں شکست نہ ہو تو پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجاہدین کامیاب ہیں، کیوں کہ وہ راہِ حق کے سپاہی ہیں۔ ان کا مؤقف فلسفۂ اسلام کا عکاس ہے۔ موجودہ پُرفتن دور میں ان کا مشن بہت مقدس ہے۔ وہ جہاد جیسی سخت ترین عبادت میں مصروف ہیں۔ شہادت اور فتوحات ان کی تمنا ہے۔ انہوں نے صحیح راستے کا انتخاب کیا ہے۔ وہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے بلاعوض اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں، جو بلاشبہ اللہ کے نزدیک بہت نیک عمل ہے۔ انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے، جو کامیابی کی راہ ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے وہ کامیابی اور ناکامی کے حقیقی فلسفے سے آگاہی حاصل کریں۔

امریکی ایجنٹوں کو پہچان لیں

قاری حبیب

7 اکتوبر 2016 کو امریکا کے افغانستان پر یلغار کو پندرہ سال ہو گئے ہیں۔ اس سیاہ دن کے موقع پر ذرائع ابلاغ میں مختلف مضامین اور تبصرے نشر کیے جا رہے ہیں۔ اس سنگین اور ناقابل معافی جرم میں امریکا کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر افغانستان لانے والے بدنصیب ایجنٹ بے حد بد بخت ہیں، جو اپنے ہی گھر کو آگ لگا رہے ہیں۔ وہ جارحیت پسندوں کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہو کر اپنے ہم مذہبوں کے خلاف اسلحہ اٹھائے درندگی کی مثالیں قائم کر رہے ہیں۔ وہ مظلوم عوام کے خلاف سنگین جرائم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ افغانستان پر امریکی یلغار کے دوران ہر ایک نے ببرک کارمل اور شاہ شجاع کا شرم ناک کردار ادا کیا۔ یہ سب وہ مکروہ چہرے ہیں، جنہیں پہچان میں رکھ کر ان کی عیاریوں سے بچنا ہے۔

امریکی یلغار میں صفِ اول کا کردار ادا کرنے والے بہت سے غلام آج کل اپنے آپ کو معصوم اور فرشتہ صفت سمجھتے ہیں، لیکن عوام ان کے کردار اور ماضی کے جرائم سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان میں سے ایک حامد کرزئی ہیں، جو آج کل خود کو امریکا دشمن کے طور پر ظاہر کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ ان کی باتوں سے متاثر بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے اگر امریکا کے ساتھ منافق مسلمان تعاون نہ کرتے تو وہ کبھی بھی مسلم ممالک پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

26 ستمبر 2001 بدھ کے روز دوپہر 12 بجے سی آئی اے کا طیارہ، جس میں 59 سالہ سینئر آفیسر 'گیری شیرون' سوار تھا، درہ ہندوکُش سے گزر کر پنجشیر میں اترا۔ گیری شرون نے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان تیس لاکھ ڈالر سے بھرا ہوا بریف کیس رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے پنجشیر میں جنگجو خریدنے کے لیے ڈالر تقسیم کیے اور نام نہاد جہادی کمانڈروں اور رہنماؤں کے ضمیر خرید کر انہیں امریکی یلغار کے لیے مقدمۃ الجیش کے طور پر استعمال کیا۔ غداروں کی لسٹ سے چند اہم ضمیر فروشوں کا تذکرہ حاضرِ خدمت ہے:

انجینئر عارف سروری

انجینئر عارف شوریٰ نظار انٹیلی جنس کا ذمہ دار تھا۔ گیری شیرون کی پہلی ملاقات اِن سے ہوئی۔ انہیں پانچ لاکھ ڈالر دیے گئے۔ اس کے بدلے انہوں نے ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ امریکی انٹیلی جنس کے ساتھ انجینئر عارف نے پہلی فرصت میں جو تعاون کیا، وہ انٹیلی جنس اہل کاروں کے تعاون سے 'ستان' کے نام سے ایک مخصوص امریکی ٹیم، جس میں GPS کے ماہرین شامل تھے، کے ساتھ کابل کے شمال میں مجاہدین کے محاذوں اور عسکری وسائل کا GPS کے ذریعے سے نشاندہی ہے، تاکہ امریکی طیاروں کو مجاہدین کے مخصوص عسکری مقامات کو نشانہ بنانے میں کامیابی ملے۔ انجینئر عارف نے شوریٰ نظار کی انٹیلی جنس کا پورا نیٹ ورک سی آئی اے کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ ایک ماہ میں (یعنی 27 ستمبر سے 26 اکتوبر تک) انہوں نے سی آئی اے کے لیے 400 سے زائد رپورٹیں تیار کیں، جو بعد ازاں سی آئی اے کی ٹیم کی جانب سے امریکا بھجوا دی گئیں۔

محمد قسیم فہیم

قسیم فہیم نے بھی امریکی یلغار کے وقت نہایت ایمان داری سے اپنا کردار ادا کیا۔ گیری شیرون نے 27 ستمبر کو پنجشیر میں ان کے ساتھ ملاقات کی اور انہیں تعاون کے عوض ایک ملین ڈالر پیش کیے، جس پر انہوں نے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ فہیم نے ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ شمالی اتحاد کے اہم کمانڈر بسم اللہ خان کو ہدایات جاری کریں گے کہ وہ CIA کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ فہیم نے تیس جنگجوؤں کو جاسوسی کی تربیت حاصل کرنے کے لیے سی آئی اے کے حوالے کر دیا۔ فہیم نے بہت جلد امریکیوں سے پوچھا:

"جنگ کب شروع ہوگی؟ آپ کب آئیں گے؟ امریکا کب حملوں کا آغاز کرے گا؟"

استاد سیاف:

گیری شیرون نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے دو دن بعد 29 ستمبر کو پنج شیر کے علاقہ گلبہار میں سیاف کے ساتھ ملاقات کی۔ سیاف بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہ ایرانی رہنما آیت اللہ خمینی ہے، لیکن عملی طور پر وہ امریکا کا دشمن نہیں، بلکہ دوست تھا۔ شیرون نے سیاف کو ایک لاکھ ڈالر دیے اور سیاف نے بھی ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ القاعدہ کے رہنما ایمن الظواہری کو نشانہ بنانے میں امریکا سے تعاون کریں گے۔ پھر جب امریکا کی جانب سے افغانستان کے مختلف علاقوں میں مجاہدین کے خلاف جنگ کا شیڈول بنایا گیا تو سیاف کو کابل کے قریبی علاقوں اور مشرقی صوبوں کی ذمہ داری سونپ دی گئی، لیکن مجاہدین کے ہاتھوں کمانڈر عبد الحق کی پھانسی نے سیاف کو اتنا خوف زدہ کر دیا کہ سی آئی اے کی جانب سے انہیں ہر قسم کے تعاون کے باجود وہ مشرقی افغانستان جانے کی جرأت نہیں کر سکا، تاکہ وہ زمینی لڑائی میں کردار ادا کر سکے۔

ڈاکٹر عبد اللہ:

ڈاکٹر عبد اللہ، احمد شاہ مسعود کا ترجمان اور ان کے زیر انتظام حساس اداروں میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔ شیرون نے لکھا ہے کہ قتل سے چند ماہ قبل مسعود پاریس میں فرانسیسی انٹیلی جنس کا مہمان تھا۔ ڈاکٹر عبد اللہ بطور ترجمان ان کے ہمراہ تھا۔ قسیم فہیم کے ساتھ ملاقات کے دوران وہ مترجم کا کردار ادا کر رہا تھا، لیکن جب ڈالر کی تقسیم کے وقت انہیں کچھ نہ ملا تو انہوں نے 17 اکتوبر کو پنج شیر کے علاقہ آستانہ میں گیری شرون سے ملاقات کی۔ اس دوران ڈاکٹر عبد اللہ نے کہا کہ پنج شیر کے لوگ بہت غریب ہیں، ان کی مدد کی جائے۔ گیری شیرون نے ڈاکٹر عبد اللہ کو ڈھائی لاکھ ڈالر دیے۔ عبد اللہ نے گیری شیرون کو سمجھایا کہ قسیم فہیم صرف فوجی کمانڈر ہے اور سیاسی معاملات کا اختیار ان کے پاس ہے۔ کیوں کہ رہنما وہ ہیں۔ وہ امریکیوں کے ساتھ سیاسی معاملات میں ہر قسم کا تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں۔

امر اللہ صالح:

امر اللہ صالح کا پہلے سے CIA کے ساتھ بہت گہرا رابطہ تھا۔ وہ سی آئی اے کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ مسعود کے ساتھ ایک فعال جاسوس کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہے تھے۔ انہوں نے اپنے طویل مضمون میں انکشاف کیا ہے کہ وہ امریکی حملے کے ابتدائی دور میں عملی طور پر سی آئی اے کے جاسوس اور معلومات فراہم کرنے والی ٹیم کے سربراہ تھے۔ ایک بار امریکی سی آئی اے کے نمائندہ 'فل' نے صالح سے کہا کہ پہلے کی طرح اس کی ضرورت نہیں ہے کہ خبروں کی پہلے تصدیق کریں اور اس کے بعد ہم سے شیئر کریں، کیوں کہ اب ہنگامی صورت حال ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ معلومات کو اکٹھا کر کے ان کی تصدیق کیے بغیر سی آئی اے تک پہنچانے کی کوشش کرتے رہو۔ صالح نے مزید کہا کہ فل نے مجھے بتایا کہ (دولت امریکا از شما می خواہد ہر نوع اطلاعی کہ در اختیار دارید۔ یا بہ دست می آورید۔ با ما شریک سازید. من تکرار می کنم ہر نوع اطلاعی کہ دارید با ما شریک سازید. خواہش ما این است کہ از تحلیل اطلاعات ابا ورزید. ہرچہ را کہ می شنید و بہ دست می آورید، بہ صورت خام و دست نخوردہ، با ما شریک سازید. دیگر در آن حالت عادی قرار نداریم کہ اطلاعات پروسس شدہ را ترجیح دہیم. حتا تبصرہ ہایی کہ توسط مردم عادی در افغانستان می شود یا در دفاتر طالبان یا در صنوف جنگی آن ہا صورت می گیرد، برای ما اہمیت دارد (پس از مسعود)

صالح اس کے بعد گیری شیرون کی ٹیم کا ساتھی بنا اور کابل پر قبضے کے بعد وہ امریکی انٹیلی جنس ٹیم کے ہمراہ کابل داخل ہوا۔ امر اللہ صالح نے لکھا ہے کہ کابل داخل ہونے کے بعد پہلی رات امریکیوں کے ساتھ آریانہ ہوٹل میں گزاری۔ امریکی اس ہوٹل سے لطف اندوز ہوئے اور پھر اس ہوٹل کو سی آئی اے کے مرکز کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔

بسم اللہ خان:

بسم اللہ خان، بسم اللہ محمدی کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ یہ بھی امریکیوں کے زرخرید غلام ہیں۔ انہوں نے کابل کے شمال میں مجاہدین کے خلاف امریکی طیاروں کے سائے میں زمینی کارروائیوں کی قیادت کی تھی۔ امر اللہ صالح نے لکھا کہ کابل کے شمال میں امریکی فوجیوں کا ایک دستہ 'کرنل ہاس' کی قیادت میں بسم اللہ خان کے شانہ بہ شانہ مجاہدین کے خلاف زمینی کارروائیوں میں مصروف تھا۔ اس دوران سی آئی اے کے اہل کاروں پر مشتمل ایک ٹیم بھی ان کے ہمراہ تھی، جو مجاہدین کے مورچوں پر امریکی طیاروں کو بمباری کے لیے اطلاعات دیتے ہوئے عسکری مقامات کی نشاندہی کرنے کی ذمہ داری ادا کر رہی تھی۔ جب کئی ہفتوں تک مجاہدین کے مورچوں پر بمباری کے باوجود بھی انہیں شکست نہ دے سکے اور وہ مایوس ہوئے تو شمالی اتحاد کے سربراہ برہان الدین ربانی نے امریکیوں سے پوچھا کہ افغانستان میں بڑے بڑے بم مجاہدین پر گرائے، تاکہ ان کی مزاحمت کو کچل دیا جائے۔

بسم اللہ خان نے کابل پر قبضے کے بعد تورابورا میں بھی امریکیوں کے شانہ بہ شانہ مجاہدین کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیا اور ان کے ایک اور کمانڈر گل حیدر

نے پکتیا کے شاہی کوٹ میں اپنے کارندوں کے ساتھ مل کر مجاہدین کے خلاف زمینی کارروائیوں میں اہم کردار ادا کیا۔

حامد کرزئی:

حامد کرزئی آج کل خود کو امریکا مخالف کے طور پر پیش کر رہے ہیں، لیکن ہمیں وہ وقت اچھی طرح یاد ہے کہ نائن الیون سے قبل امریکیوں کے ان کے ساتھ مضبوط روابط تھے اور یہ امریکی سفارت خانے سے تنخواہ وصول کر رہے تھے۔ سی آئی اے کے اسٹیشن چیف رابرٹ گرینئر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ 11/9 سے قبل اگست 2001ء میں حامد کرزئی کے لوگوں نے قندھار میں مجاہدین کے خلاف وائٹ پیپر جاری کیا تھا، جو سی آئی اے کی جانب سے انہیں دیا گیا تھا۔

11 ستمبر کے واقعے کے بعد حامد کرزئی ان ابتدائی افراد میں سے تھے، جنہوں نے امریکی یلغار میں ہر ممکن تعاون کیا اور سی آئی اے سے ملاقاتوں میں منصوبہ بندی کے بعد صوبہ اروزگان جا کر امارت کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ کرزئی کے ساتھ امریکا فضائی راستے سے ہتھیار، خوراک اور نقد رقم کی امداد کر رہا تھا۔ اس کے بعد فاکس تروت کے نام سے ایک خاص انٹیلی جنس ٹیم (جس کی قیادت گریگ نامی شخص کر رہا تھا) کو اروزگان بھیجا، تاکہ وہ حامد کرزئی کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کرے۔ کرزئی بالآخر مجاہدین کے زوال کے بعد امریکی ٹینک پر سوار قندھار شہر میں داخل ہوا۔

گل آغا شیر زئی:

رابرٹ گرینئر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں افغانستان پر حملے کے چند دنوں کے بعد سی آئی اے کے دو کارکن مارک اور گریگ آر کے ہمراہ کوئٹہ چلا گیا۔ ہم نے وہاں گل آغا شیرزئی اور ان کے بھتیجے انجینئر یوسف پشتون کے ساتھ ملاقات کی۔ انہوں نے ہم سے ہتھیاروں کی فراہمی کا مطالبہ کیا، تاکہ وہ امریکی فضائی حملوں کے ساتھ ہی مجاہدین کے خلاف زمینی کارروائی شروع کریں۔ اس کے بعد گل آغا شیرزئی اور ان کے ساتھیوں؛ انجینئر یوسف، اکرم خاکریزوال اور خالد پشتون نے رسمی طور پر سی آئی اے کی حمایت سے جنگ میں حصہ لینے کے لیے آمادگی ظاہر کی۔

گل آغا شیرزئی اور انجینئر پشتون نے 29 اکتوبر کو امریکی جنرل ٹامی فرینکس سے ملاقات کی، جس کے بعد ان کے لیے ہتھیار خرید کر سپین بولدک کے راستے افغانستان منتقل کئے گئے۔ قندھار پر قبضہ کرنے تک ایکو نامی سی آئی اے کی ٹیم بھی ان کے ساتھ رہی، جو مجاہدین پر بمباری کے وقت معلومات فراہم کر رہی تھی۔

رشید دوستم:

امریکا نے جنوبی صوبوں کی طرح شمال کی طرف بھی کچھ کمانڈروں کو زمینی کارروائی کے لیے بھرتی کیا تھا۔ رشید دوستم نے امریکا کی رہنمائی پر درۂ صوف میں اپنی قوم کے لوگوں کو جمع کیا، جس میں سی آئی اے کی خصوصی ٹیم الفا نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے درۂ صوف میں مجاہدین کے جنگی محاذ پر لڑائی کا آغاز کیا۔ اس وقت امریکا نے ازبکستان سے ملحق خان آباد قریشی ہوائی اڈہ کرائے پر لے لیا۔ امریکا نے اسی اڈے سے دوستم کو ہتھیار، خوراک، پیسے، گھوڑوں کے لیے چارہ اور گھاس پیک کر کے پیراشوٹ کے ذریعے فراہم کیا تھا۔ گرینئر نے اپنی کتاب میں مضحکہ خیز کہانی بھی لکھی ہے کہ ایک دن گل آغا شیرزئی کو کھانے کے بجائے دوستم کے گھوڑوں کا چارہ اور گھاس پیراشوٹ میں بھیجا گیا تھا۔ دوستم نے سی آئی اے کے حکام سے مل کر مزار شریف میں مجاہدین، خاص طور پر غیر افغانی مجاہدین اور مہاجرین کا قتل عام کیا۔ سی آئی اے کے حکام مائیک وائٹ اور ڈیوڈ ٹایسن کو جنرل دوستم سمیت مزار شریف کے قلعہ جنگی میں قتل عام کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔

عطاء محمد نور:

دوستم کے علاوہ کمانڈر عطاء محمد نور بھی امریکیوں کا مہرہ تھا، جو شمالی صوبوں میں مجاہدین کے خلاف برسرپیکار تھا۔ گیری شیرون نے لکھا ہے کہ 17 اکتوبر تک سی آئی اے کی ٹیم کے رہنماؤں کو عطاء محمد نور سے ملاقات کرنا چاہیے تھی، لیکن افغانستان نہ پہنچنے کے باعث یہ ملاقات نہ ہو سکی۔ اس لیے عطاء نور سخت اداس تھا اور وہ اپنے غصے کے اظہار کے لیے دوستم کے خلاف اقدام اٹھانے کا سوچ رہا تھا۔ ہم نے ان کو منانے کے لیے پنج شیر میں قسیم فہیم کے ذریعے انہیں 250 ڈالر بھجوائے۔ اس کے بعد بریو نامی سی آئی اے کی ٹیم عطاء محمد نور کے ساتھ ملی۔ عطاء نور اور دوستم نے بلخ کے درۂ صوف میں مجاہدین کے خلاف حملوں کا آغاز کر دیا، لیکن انہوں نے کوئی پیش رفت نہیں کی۔ مجاہدین نے درۂ صوف میں شدید مزاحمت کی۔ دوماہ کے قریب مزاحمت کے بعد امریکیوں نے مجاہدین کی فرنٹ لائن پر خطرناک زہریلے بموں کی بارش کر دی، جس سے مجاہدین کو قتل عام کا سامنا کرنا پڑا اور فرنٹ لائن سے پسپائی اختیار کر لی۔ درۂ صوف میں مجاہدین کی فرنٹ لائن ٹوٹنے کے بعد دیگر محاذوں سے بھی پسپائی اختیار کر لی۔ تخار اور پھر کابل کی دفاعی لائن سے بھی مجاہدین پیچھے ہٹ گئے۔

کریم خلیلی:

کریم خلیلی کو صوبہ بامیان میں مجاہدین کے خلاف زمینی کارروائی کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ ان کے ہمراہ بھی سی آئی اے کی خصوصی ٹیم سرگرم تھی، جو امریکی

طیاروں کو معلومات فراہم کر رہی تھی، لیکن کریم خلیلی مجاہدین کے خوف سے ان کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کرنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔ جب مجاہدین نے کنٹرول چھوڑ دیا، تب امریکا کو بامیان پر کنٹرول مل سکا۔

شیعوں میں اہم امریکی غلاموں کی فہرست میں ایک نام محمد محقق ہے۔ انہوں نے سرپل کے علاقے بلخاب میں مجاہدین کے خلاف محاذ کھول دیا تھا اور امریکا کے زیر سایہ لڑ رہے تھے۔ صوبہ پروان کی شیعہ آبادی پر مشتمل علاقوں میں مصطفی کاظمی اور سید حسین انوری نے امریکا سے نقد رقم اور پیراشوٹ کا سامان وصول کیا۔ سید حسین سے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے لوگر اور گردیز میں شیعہ مسلک کے لوگوں کو امریکی ڈالر دے کر کرائے پر لیا تھا، تاکہ وہ جنوب مشرق میں سی آئی اے کے لیے مجاہدین کے خلاف جاسوسی کی خدمات انجام دیں۔ انہوں نے حق نمک ادا کرتے ہوئے انہی علاقوں میں بہت سارے عرب مجاہدین کو امریکا کے ہاتھوں شہید اور گرفتار کروایا۔

اسماعیل خان:

افغانستان کے مغرب میں امریکا کے لیے قابل قدر ایجنٹ اسماعیل خان تھا، جنہوں نے سی آئی اے کی خصوصی ٹیم 'چارلی' سے مل کر مغربی صوبوں میں ایرانی سرحد کے ایک سو کلومیٹر دور مجاہدین کے خلاف محاذ کھول دیا۔ اس کے علاوہ صوبہ غور میں ڈاکٹر ابراہیم غوری اور صوبہ فاریاب میں کمانڈر احمد خان مرغابی نے امریکیوں کے ساتھ تعاون سے مجاہدین کے خلاف زمینی جنگ کا آغاز کیا۔ امریکا نے انہیں ڈالر دیے اور پیراشوٹ کے ذریعے ہتھیار، خوراک اور گھوڑوں کے لیے پانی اور گھاس فراہم کیا جاتا تھا۔

کمانڈر عبدالحق:

'جنگ کنکال' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ عبدالحق بہت پہلے برطانوی انٹیلی جنس MI-6 کے ساتھ کام کرتا تھا۔ مئی 1981ء میں سی آئی اے کے ایک افسر ہاورڈ ہارٹ کے ساتھ ان کا رابطہ ہوا اور اس کے بعد سی آئی اے کے لیے باقاعدہ کام شروع کیا۔ وہ گیارہ ستمبر سے پہلے دبئی میں تجارت کرتا تھا۔ جب امریکا نے افغانستان پر حملہ کی منصوبہ بندی کی تو انہیں ایک بار پھر بھرتی کیا، تاکہ وہ مشرقی افغانستان میں امریکا کے لیے راہ ہموار کر سکے۔ امریکا نے انہیں ڈالر دیے اور مشرقی صوبوں میں مجاہدین کی حکومت کے خاتمے کے بعد خلا کو پُر کرنے کی ذمہ داری دی گئی۔ کیوں کہ امریکیوں کو پتا تھا کہ وہ لوگوں کو مجاہدین کے خلاف بغاوت پر اکسانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس کی صلاحیت کے مطابق اس سے کام لیا جائے گا، لیکن عبدالحق امریکا کی تجویز اور مشورہ کے برعکس 19 رکنی وفد کے ہمراہ افغانستان گیا، جنہیں صوبہ لوگر کے ضلع ازرہ میں مجاہدین نے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا۔ امریکا نے ان کی رہائی کے لیے بہت کوشش کی اور بغیر پائلٹ طیارہ بھی بھجوایا، لیکن وہ تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔

چند اور ایجنٹ:

مذکورہ افراد میں اکثر وہ لوگ شامل ہیں، جو امریکی یلغار کے دوران اہم ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ امریکیوں کے ساتھ ان کے براہ راست تعلقات اور روابط تھے۔ حتیٰ کہ وہ امریکی مشیر کے حکم اور فرمان پر آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے علاوہ کچھ ایسے درمیانے اور نچلی سطح کے کمانڈر تھے، جو امریکی طیاروں کے سائے تلے اپنے دین اور عوام کے خلاف لڑتے تھے۔ اپنے وطن کے خلاف جارحیت پسندوں کی مدد کر رہے تھے۔

مثال کے طور پر شمالی اتحاد میں فرخار محاذ اور تخار پر قبضے کی ذمہ داری کمانڈر داؤد کو دی گئی تھی۔ ان کی مدد کے لیے مولانا سید خیلی اور کمانڈر گدا پنج شیری کی قیادت میں چند ہزار اضافی فوجیوں کو بھی پنج شیر سے بھیج دیا گیا۔ انہوں نے صوبہ تخار کے خواجہ غار میں مجاہدین کی فرنٹ لائن پر امریکی طیاروں کی وحشیانہ بمباری کے ساتھ ہی زمینی جنگ بھی شروع کر دی۔ دوسری جانب شمالی تخار میں مطلب بیگ، پیرم قل، کبیر مرزبان، پیر محمد تالقانی، بشیر چاہ آبی اور کچھ دوسرے کمانڈروں کو امریکا نے یہ ذمہ داری دی کہ طیاروں کی بمباری کے بعد مجاہدین کے مورچوں پر زمینی جنگ شروع کریں۔

پکتیا کے علاقے میں پاچا خان زدران نے مجاہدین کے بعد صوبہ خوست پر قبضہ کیا اور بعد ازاں ان کے بیٹے عبدالولی زدران شاہی کوٹ میں امریکیوں کے شانہ بہ شانہ مجاہدین کے خلاف جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ ننگرہار میں حضرت علی اور زمان نے مجاہدین کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور بعد ازاں امریکیوں کی حمایت جاری رکھی۔ صوبہ نیمروز میں مشہور اسمگلر جمعہ خان بلوچ اور عبدالکریم براہوی امریکی انٹیلی جنس کے ساتھ رابطے میں تھے۔ گریزنے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے امریکیوں سے کہا تھا کہ وہ ریگستان میں عرب شکاریوں کی جانب سے تعمیر شدہ ہوائی اڈے کو مجاہدین کے خلاف استعمال کریں۔ مذکورہ افراد اور کچھ دوسرے لوگ ایسے ہیں، جو اُخروی زندگی میں رسوائی کے علاوہ دنیا میں بھی عوام اور تاریخ کے سامنے ذلیل ہو گئے۔ کیوں کہ وہ اپنے ملک اور ایمان کے غدار ہیں۔ تاریخ میں انہیں میر جعفر اور میر صادق کے نام سے یاد کیا جائے گا۔

عبدالرحیم ثاقب

انس حقانی کی گرفتاری

گزشتہ پیر کے روز کابل ہائی کورٹ نے انس حقانی کو پھانسی کی سزا سنائی ہے۔ انس حقانی کو دو سال سے کچھ کم عرصہ قبل بحرین میں امریکی انٹیلی جنس نے گرفتار کر کے کابل میں سکیورٹی اداروں کے حوالے کیا تھا۔ انس حقانی اپنے ساتھی حافظ رشید کے ہمراہ قطر میں ان قیدیوں سے ملاقات کے لیے گئے تھے، جنہیں گرفتار امریکی فوجی بوبرگڈال کے تبادلے میں گوانتاناموکے کیمپ سے رہا کرا کر قطر حکومت کے زیرِ نگرانی قطر میں رکھا گیا تھا۔ انس حقانی اور حافظ رشید کی کابل حکومت کو حوالگی کے بعد کابل سکیورٹی اداروں نے اعلان کیا کہ ان کے اہل کاروں نے انس حقانی اور حافظ رشید نام کے ایک کمانڈر کو خوست سے گرفتار کیا ہے، مگر مجاہدین نے سکیورٹی اداروں کی اس خبر کی تردید کی اور ایک اعلامیہ میں انس حقانی کی بحرین سے امریکی اہل کاروں کے ہاتھوں گرفتاری کی مکمل تفصیل نشر کی تھی۔

انس حقانی معروف جہادی رہنما جناب جلال الدین حقانی کے سب سے چھوٹے بیٹے اور مدرسے کے ایک عام طالب علم ہیں۔ اس حیثیت سے وہ اپنے خاندان کے واحد فرد ہیں، جو سیاسی اور عسکری امور میں عدم شرکت کی وجہ سے امریکا کو مطلوب افراد کی فہرست میں شامل نہیں اور نہ ان کی گرفتاری پر کوئی انعام رکھا گیا ہے۔ انہیں امریکیوں نے صرف اس جرم میں گرفتار کیا ہے کہ وہ جلال الدین حقانی کے بیٹے اور سراج الدین حقانی کے بھائی ہیں۔ عدالتی اعتبار سے ہر طرح کے جرائم میں انسان کا ذاتی عمل اس پر سزا کے اجراء کا باعث بنتا ہے نہ کہ اس کے رشتہ داروں کی سرگرمیاں۔ انس حقانی کی ذاتی حیثیت کو دیکھا جائے تو وہ تمام فوجداری اور دیوانی جرائم سے پاک ہیں۔ اس لیے نہ امریکا کے پاس ان کے خلاف کوئی ثبوت ہے نہ کابل انتظامیہ کے پاس۔ جس شخص کی گرفتاری ہی غیر قانونی ہو تو اس کو پھانسی کی سزا دینا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

18 جون 2013 کو قطر حکومت کی ثالثی سے مجاہدین اور امریکا کے درمیان قیدیوں کا پہلا باقاعدہ تبادلہ ہوا تھا۔ اس تبادلے میں 2009 میں پکتیکا سے گرفتار ہونے والے امریکی افسر بوبرگڈال کو گوانتاناموں میں قید 5 امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے بدلے میں رہا کیا گیا۔ اس تبادلے کے لیے ہونے والے معاہدے میں امریکیوں نے قطر حکام کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کیا تھا کہ بوبرگڈل کے بدلے میں رہا ہونے والے رہنماؤں کو ایک سال تک قطر حکام کے زیرِ نگرانی رکھا جائے گا اور ان کے رشتہ دار پوری آزادی سے ان رہنماؤں سے مل سکیں گے۔ اس معاہدے کے تحت جو مطلوب شرائط امریکا اور قطر حکومت کے درمیان طے پائی تھیں، اس کی دسویں شق میں لکھا ہے:

"قطر حکومت قیدیوں کے خاندانوں کو قطر میں رہنے کی اجازت دے۔ رہا ہونے والے قیدی خاندان کے ہر رکن کے بارے میں پہلے قطر حکومت سے مشورہ کریں گے اور قطر حکومت انہیں رہنے کے لیے باقاعدہ سرٹیفکیٹ جاری کرے گی۔ اس معاہدے میں طے پانے والی شرائط کا نفاذ امریکا اور قطر حکومت دونوں کی ذمہ داری ہے۔ انس حقانی اور حافظ رشید مذکورہ 5 رہنماؤں سے ملنے کے لیے قطر حکومت کی اجازت سے گئے تھے۔ جناب عمری صاحب سے ملاقات کے بعد واپسی پر امریکیوں نے انہیں اپنے کیے ہوئے معاہدے کے برخلاف گرفتار کر لیا۔ اگرچہ مجاہدین کے اعلامیہ میں انس حقانی کو بحرین سے گرفتار ظاہر کیا گیا تھا، مگر کچھ غیر مصدقہ رپورٹس

کے مطابق انہیں واپسی پر قطر ائیر پورٹ سے گرفتار کیا گیا تھا، مگر اس لیے کہ قطر اس حوالے سے ناکام یا مجرم نہ سمجھا جائے، میڈیا پر ان کی گرفتاری کی جگہ بحرین بتائی گئی۔

انس حقانی معروف جہادی رہنما جناب جلال الدین حقانی کے سب سے چھوٹے بیٹے اور مدرسے کے ایک عام طالب علم ہیں۔ اس حیثیت سے وہ اپنے خاندان کے واحد فرد ہیں، جو سیاسی اور عسکری امور میں عدم شرکت کی وجہ سے امریکا کو مطلوب افراد کی فہرست میں شامل نہیں اور نہ ان کی گرفتاری پر کوئی انعام رکھا گیا ہے۔ انہیں امریکیوں نے صرف اس جرم میں گرفتار کیا ہے کہ وہ جلال الدین حقانی کے بیٹے اور سراج الدین حقانی کے بھائی ہیں۔ عدالتی اعتبار سے ہر طرح کے جرائم میں انسان کا ذاتی عمل اس پر سزا کے اجراء کا باعث بنتا ہے نہ کہ اس کے رشتہ داروں کی سرگرمیاں۔ انس حقانی کی ذاتی حیثیت کو دیکھا جائے تو وہ تمام فوجداری اور دیوانی جرائم سے پاک ہیں۔ اس لیے نہ امریکا کے پاس ان کے خلاف کوئی ثبوت ہے نہ کابل انتظامیہ کے پاس۔ جس شخص کی گرفتاری ہی غیر قانونی ہو تو اس کو پھانسی کی سزا دینا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

اس لیے افغانستان کے عدالتی قوانین کی روشنی میں جناب انس حقانی کو سنائی جانے والی پھانسی کی سزا کے لیے سیاسی بہانے بازی کے علاوہ کوئی قانونی یا عدالتی جواز موجود نہیں ہے۔ افغانستان اور تمام عالمی عدالتی قوانین کی روشنی میں پھانسی کی سزا صرف اور صرف انسان کے ذاتی عمل پر دی جاتی ہے۔ بھائی، والد یا دیگر رشتہ داروں کے جرائم پر نہیں۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انس حقانی کو سنائی جانے والی سزا امریکی دباؤ اور کچھ دیگر سیاسی حلقوں کی فرمائش پر دی جا رہی ہے۔ اگر انسانی حقوق کی تنظیمیں یا افغانستان کے انسانی حقوق کا آزاد کمیشن واقعۃً چاہتے ہیں کہ انسانی حقوق کا تحفظ کریں تو انہیں انس حقانی کی گرفتاری اور اس گرفتاری کے لیے قطر کے ساتھ ہونے والے امریکی معاہدے کو توڑنے کے اس واقعے کے خلاف کارروائی کرنا ہو گی۔ عدالتی حکام نے ایک بار پہلے بھی رواں سال مئی میں پل چرخی کے 6 سیاسی قیدیوں کو اسی نوعیت کی سیاسی پھانسی دی تھی۔

جب انسانی حقوق کی تنظیموں اور دیگر اداروں کی جانب سے ان پر قانونی تنقید ہوئی تو صدارتی محل کے حکام نے اس کے دفاع میں ایک اعلامیہ جاری کیا، جس میں کہا گیا کہ مذکورہ افراد کو دہشت گردی کے حملوں میں مارے جانے والے اہل کاروں کے خاندانوں کے مسلسل مطالبے کی بنیاد پر پھانسی دی گئی ہے، مگر اس وقت استاد برہان الدین ربانی کے بیٹے جناب صلاح الدین ربانی نے صدر کے اس اعلامیے کو جھٹلاتے ہوئے اپنے فیس بک پیج پر لکھا تھا کہ انہوں نے اپنے والد کے قتل کے الزام میں گرفتار ملزم حمید اللہ کی پھانسی کا بذات خود کوئی مطالبہ کیا ہے نہ ان کے خاندان کے افراد یا تنظیم جمعیت اسلامی کے لوگوں سے اس حوالے سے کوئی رابطہ کیا گیا ہے۔ جب کہ کوئی شخص بھی اس بات پر حکومت سے متفق نہیں ہے۔

مبصرین کے مطابق انس حقانی کی پھانسی کے پس پردہ امریکا اور افغانستان کے کچھ سیاسی حلقوں کا اثر و رسوخ ہے۔ گزشتہ عرصے میں 6 قیدیوں کو دی جانے والی پھانسیوں پر افغانستان بھر میں مجاہدین نے بہت شدید حملے کیے تھے، جن میں درجنوں کی تعداد میں فوجی ہلاک ہوگئے۔ اگر خدانخواستہ انس حقانی کو بھی کچھ ہو گیا تو 'امریکی افغانستان' میں صورت حال بہت خراب ہو جائے گی۔ جب کہ افغانستان کے تمام حصوں میں جنگ کی آگ جل رہی ہے۔ یہ جنگ مزید شدت اختیار کر جائے گی۔

غیر منظم کابل انتظامیہ اور ملک کا مستقبل

شکور شفق

اس میں کوئی شک وشبہہ نہیں کہ امریکا نے اپنی جارحیت کے دوران عوام کو ایک ایسا ضعیف النفس اور غیر مختار انتظامیہ تحفے میں دیا ہے جس سے نہ صرف امن پسند عوام مظالم کا شکار ہیں بلکہ خود مغرب اور امریکا کے پالیسی ساز بھی اب اس ناسور کے علاج سے عاجز آچکے ہیں اور نہ انہیں کوئی ایسا طریقہ سمجھ آتا ہے کہ اس انارکی، خودسری اور طوائف الملوکی کا کوئی علاج کرسکیں اور اس جراثیم کا خاتمہ کیا جاسکے۔

کابل کے حالیہ واقعہ اور تازہ حالات نے ثابت کردیا کہ کابل انتظامیہ کس قدر تزلزل کا شکار ہے۔ اور یہ حکومت عنکبوت کے جالے کی طرح کس قدر کمزور ہے۔ اس نے یہ بھی ثابت کردیا کہ جارحیت پسندوں کے ہاتھوں بنی ہوئی انتظامیہ اب انتشار اور شکست وریخت کے آخری مراحل میں ہے۔ اب اس سے مستقبل میں مزید کسی بہتری کی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔

کابل کے شہر آراء میں حبیب اللہ کلکانی کی لاش پر شوری نظار کے جنگجوؤں اور ہزاروں طالبان اور عام شہریوں کی قاتل ملیشیا گلم جم کے درمیان خونی جنگ، شمالی افغانستان میں نائب صدر جنرل دوستم کے بدنام زمانہ جنگجوؤں کی جانب سے عوام کا قتل عام اور مظالم، صدارتی محل میں اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ کے درمیان میڈیائی بیانات کی جنگ، تنقید اور تنبیہ کے بیانات، اسی طرح اشرف غنی سے نائب صدر دوستم کے استعفا کا مطالبہ، یہ سب ایسے امور ہیں جن سے کابل کی مسلط کردہ انتظامیہ کی کمزوری اور ان کے حکام کے درمیان نفاق دور سے نظر آتا ہے۔ اور اس امکان کو مزید مضبوط کرتا ہے کہ صدارتی محل اب خون میں لت پت ہونے جارہا ہے۔

دوسری طرف میڈیا رپورٹوں کے مطابق جارحیت پسند امریکی فوجی بگرام اور اپنے دیگر فوجی اڈوں میں دائمی تحفظ کے لیے میزائل ڈیفنس سسٹم نصب کررہے ہیں۔ اس کا مقصد اگر ایک طرف اپنی جارحیت کو مزید دوام بخشنا ہے تو دوسری طرف اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے وطن عزیز افغانستان کو چین، روس اور دیگر علاقائی ایٹمی ممالک کے خلاف ایٹمی جنگ کے لیے میدان بنایا جارہا ہے۔

شاید جارح امریکی فوجی یہ سوچ رہے ہوں کہ افغانستان کو اپنے غلط مفادات کی خاطر صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کے خلاف ایک مورچے کی طرح استعمال کردیں گے۔ اور اس تباہ شدہ اور جنگ زدہ ملک کا مستقبل امریکا کے ایٹمی جنگوں کے لیے ہیروشیما بننا ہے۔

جارحیت پسندوں کی کوشش ہے کہ کابل میں ایسی ہی ایک غیر منظم انتظامیہ موجود رہے جس کی موجودگی میں یہ لوگ اپنے مخصوص مفادات تک پہنچ سکیں۔ دہشت گردی کے نام پر محض تالاب میں ڈھول پھینکی جارہی ہے تاکہ اپنی مرضی کی مچھلیوں کا شکار کرسکیں۔ اور لوگوں کے تجاہل میں ہمارے ملک کو اپنے مفادات کے لیے وسط ایشیاء اور دیگر علاقائی قوتوں کے خلاف ایک مورچے کے طور پر استعمال کریں۔ مگر ہم پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں!

کہ افغان عوام کے ارادوں کا اصل محرک امارت اسلامیہ افغانستان ہے۔ اور امارت اسلامیہ ایک ذمہ دار اور باوقار تحریک کی طرح کبھی بھی کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دے گی کہ وہ افغان عوام کے اس ملک کو اپنے انتہائی گھناونے مقاصد کے لیے استعمال کریں۔

امارت اسلامیہ نے ہی روس کی شکست کے بعد ملک میں پھیلنے والی انارکی اور خانہ جنگی کا خاتمہ کرکے افغانستان کو ایک عظیم استقلال بخشا ہے۔ 2001 میں مغربی جارحیت کے خلاف جہاد کو جاری رکھ کر مفاد پرست خارجیوں کے مفادات کے مواقع کم کردیے، سازشوں اور مظالم کا پوری بہادری سے مقابلہ کیا۔ اب بھی امریکا اور مغرب کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا جائے گا۔

افغان عوام اور دنیا بھر میں افغانستان کے خیر خواہ و ہمدرد مطمئن رہیں کہ امارت اسلامیہ کی مدبرانہ قیادت اور مجاہدین نہ صرف یہ کہ جارحیت پسندوں کے خلاف نہ صرف عسکری میدانوں میں ان کا مقابلہ کریں بلکہ ان کی ہر سازش کی جانب متوجہ رہیں اور ملک وملت کے خلاف ان کی تمام سازشوں کی نگرانی کررہے ہیں۔ امید ہے یہ لوگ اپنے مفادات تک نہ پہنچ پائیں گے اور ان کی ساری سازشیں ابتداء ہی میں ناکام ہوجائیں گی۔

بشیر ہمدرد

مسلم ممالک خوشحال کیوں نہیں؟

ایک مرتبہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد جانے میں دیر ہوگئی۔ لوگوں کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس پہننے کے لیے صرف ایک جوڑا ہے اور وہ دھونے کے بعد ابھی تک خشک نہیں ہوا، جب سوکھ جائے گا تو نماز پڑھانے آسکوں گا۔ آپ لوگ اس وقت تک انتظار کرلیں۔

وہ دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کے حکمران تھے۔ عدالت، انصاف اور بے مثال بلند تقوی کے حامل تھے۔ وہ اپنے لیے دوسرا جوڑا بھی بیت المال سے لینے کی جرأت نہیں کرتے تھے اور ایک ہی جوڑے پر گزر بسر کرتے تھے۔ وہ اللہ سے اتنا ڈرتے تھے کہ ایک مرتبہ تقریباً روتے ہوئے فرمانے لگے: 'اگر فرات کے کنارے بھوک سے ایک کتا بھی مر جائے تو عمر سے اس بارے میں پوچھا جائے گا۔'

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی اہلیہ کمرے میں داخل ہوئی تو دیکھتی ہیں کہ امیر المؤمنین نماز پڑھ رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔ پوچھا کیا کوئی واقعہ پیش آیا ہے؟ جواب دیا: 'میں نے خلافت قبول کر لی ہے۔ ایک بڑا بھاری بوجھ اپنے سر لے لیا ہے۔ اب میری ذمہ داری ہے کہ اس بڑی سلطنت کے غریبوں، مسکینوں اور بے سہارا لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھوں۔ اگر ایک آدمی کا بھی درست طریقے سے خیال نہ رکھ سکا تو مجھے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بس یہی بوجھ ہر وقت مجھ پر سوار مجھے رُلاتا رہتا ہے۔

جب موجودہ اسلامی کہلائے جانے والے ممالک کے حکام کی عیاشیوں اور خرمستیوں کو دیکھتے ہیں تو سمجھ آتا ہے کہ ان ممالک کے حکمرانوں نے اسلاف کی پیروی چھوڑ دی ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کے بیت المال کا بے دریغ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے مسلمان اغیار کے مقابلے میں دن بدن ذلت، پریشانی اور تکالیف کا شکار رہتے ہیں۔ عیاشی نے ہر طبقۂ زندگی کو برباد اور بے سکون کیا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ دینی جماعتوں اور تحریکوں کا کردار بھی مثالی نہیں ہے۔ وہ بھی بیت المال کے معاملے میں احتیاط کا لحاظ نہیں کرتے۔ عربی کی ایک ضرب المثل ہے کہ 'لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ عوام بادشاہوں کے کردار کی پیروی کرتے ہیں۔ حاکم جس جانب قدم اٹھاتا ہے، عوام بھی اسی جانب چلنے لگتے ہیں۔ آج فضول خرچی، اسراف، کرپشن اور عیاشی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کا مزاج بن گیا ہے۔

جب دوسری طرف مغربی حکام کا معاملہ ایسا ہے کہ وہاں بہت حد تک حکمران اپنے قومی خزانوں کے تحفظ کے لیے اتنے فکرمند ہوتے ہیں کہ بہت سی جگہوں پر اُنہیں تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں، مگر ملک کے خزانے کو بے جا خرچ نہیں کرتے۔ ان میں سے چند حکام کا کردار اور طریقہ یقیناً قابل تعریف ہے، جو سادگی سے ملک و قوم کی خدمت کرتے ہیں۔

لندن کے میئر اپنے دفتر اکیلے جاتے ہیں۔ کوئی ان کے استقبال کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے کپڑوں اور ضروری سامان کا بیگ خود اٹھاتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی ملازم ہوتا ہے نہ کوئی محافظ۔ وہ عام لوگوں کے ساتھ ریل میں سفر کرتے ہیں۔ ان کے آگے پیچھے ہوٹر بجاتی سرخ نیلی بتیوں والی گاڑیاں نہیں ہوتیں۔ ریلوے اسٹیشن پر اتر کر عام لوگوں کے رش میں گم ہو جاتے ہیں۔ ہر

کوئی بلا کسی سفارش اپنے مسائل ان تک پہنچاتا ہے۔ عام ہوٹلوں میں چائے پیتے ہیں اور لوگوں کے مسائل سنتے ہیں۔

لاطینی امریکا کے ایک ملک کا نام یوراگوئے کے صدر خوزی موخیکا ایسے سیاست دان ہیں، جو صدارتی محل میں رہنے سے انکاری ہیں۔ وہ اپنے گھر میں رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی ملازم اور محافظ نہیں ہے۔ کپڑے دھونے کی جگہ گھر سے باہر ہے۔ موخیکا زمین کے ایک چھوٹے سے زمین کے مالک ہیں۔ اس میں موخیکا اور ان کی اہلیہ داودی پھول اُگاتے ہیں اور اسی میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ ان پر کچھ لوگ تنقید کرتے ہیں کہ صدر کی حیثیت سے اس طرح کی زندگی گزارنا مناسب نہیں ہے، مگر بہت سے لوگوں کے لیے وہ ایک ہیرو ہیں۔

ہندوستان کی ایک ریاست تریپورا کے وزیر اعلی 'مانگ سرکار' کمیونسٹ جماعت کے رکن ہیں۔ یہ ہندوستان کے سب سے غریب حکمران ہیں۔ یہ گزشتہ پندرہ سالوں سے حکمران ہیں، مگر اب تک ذاتی گھر اور گاڑی تک ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ اپنی ساری تنخواہ تنظیم کے خزانے میں جمع کراتے ہیں، جس میں سے تنظیم کی طرف سے انہیں پانچ ہزار ہندوستانی روپے ماہانہ دیے جاتے ہیں، جن سے وہ اپنے گھر کے مصارف پورے کرتے ہیں۔

امریکا کی سٹینفرڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ چیریٹون اندازاً تین ارب ڈالر کے مالک ہیں۔ 1986 میں واکس گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ وہ اب بھی 30 سالہ پُرانے گھر میں رہتے ہیں۔

فیس بک کے بانی مارک زکر برگ پاکستانی روپوں کے اعتبار سے 3240 ارب ڈالر کے مالک ہیں۔ وہ تیس ہزار ڈالر کی گاڑی میں سفر کرتے ہیں۔ چار سو ملین ڈالر کے مالک ٹم کک ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے 'میں خود کو یہ یاد دلاتا ہوں کہ اپنی اصلیت کو نہ بھولیں۔ وہ روپے کو ہی سب کچھ نہیں سمجھتے۔

گوگل کے بانیوں میں سے ایک شخص سرجی 30.9 ارب ڈالر کا سرمایہ رکھتے ہیں۔ بچپن سے ماں باپ نے انہیں ایسی تربیت دی ہے کہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ بچت کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں 'میں کھانے کے برتن کو خوب صاف کرتا ہوں۔ جب کوئی چیز خریدتا ہوں تو بازار میں پہلے اس کی قیمت معلوم کرتا ہوں پھر اس پر خوب سوچتا ہوں پھر پیسے خرچ کرتا ہوں۔ خیراتی کاموں میں پیسے خرچ کرنے پڑیں تو پھر وہاں کنجوسی نہیں کرتا اور خوب خرچ کرتا ہوں۔

درج بالا مثالیں ان لوگوں کی ہیں، جن کا اسلام پر یقین اور ایمان نہیں ہے۔ وہ اس کے باوجود اسلام کی تعلیمات کے مطابق سادگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ یہ فطرت کا تقاضا ہے۔ دوسری طرف ہمارا دین اسلام ہمیں سادگی و کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اسلام کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ مسلمانوں کو سادہ زندگی کی دعوت دیتا ہے۔ جس کام کا آغاز صاحب حیثیت لوگ کریں تو عام لوگوں پر بھی اس کا اثر مثبت پڑتا ہے۔ اب ستم یہ ہے کہ جتنے بھی اسلامی ممالک ہیں، ان میں سے کسی بھی ملک کا حکمران سادگی پسند نہیں ہے۔ وہ اس کے برعکس دن بدن اپنی عیاشی کے اسباب میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ آج اسلامی ممالک کے وزراء کے اخراجات بادشاہوں سے بڑھ گئے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں، بغل میں پورا لاؤ لشکر ساکر لے جاتے ہیں۔ دوسری طرف مغربی ممالک کے حکمران ہیں، جو عام لوگوں کے درمیان سفر کرتے ہیں۔ سادگی سے جاتے ہیں۔ کانوائے کے پہرے میں نہیں چلتے۔ عام لوگوں کو رسائی کا موقع دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے عوام اپنے حکمرانوں سے خوش ہیں۔ ان سے محبت کرتے ہیں۔

دوسری مسلم حکمران ہیں، جن کی خرچے اور عیاشیاں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کی وہ دولت، جو ان کے پاس امانت ہے۔ بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے بچے اور بیگمات قیمتی گاڑیاں اور گھر استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو اعلی اداروں میں تعلیم دلواتے ہیں۔ ان کی فیسیں بھی عوامی خزانے سے ادا کی جاتی ہیں۔ وہ اپنی ہر طرح کی خرمستیوں کا سامان اسی عوامی خزانے سے لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ عوام کی بھرپور نفرت کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔ لوگ انہیں بددعائیں دیتے۔ یہی وجہ ہے اسلامی ممالک میں خوشحالی نہیں آتی۔

جواد ساگر

سلطان آغا کی ٹائم پاس کہانی

سلطان آغا جھوٹ بولنے کا عادی تھا۔ وہ اپنی اس عادت کی وجہ سے پورے گاؤں میں مشہور تھا۔ ظالم ایسی مہارت سے جھوٹ بولتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ وہ گاؤں کے نوجوانوں کے ٹائم پاس کا ذریعہ بھی تھا۔ جب نوجوان کھیل کود سے تھک جاتے تو سلطان آغا اُن کی تھکاوٹ ختم کرنے کا ذریعہ ہوتا تھا۔ تب وہ اس کے پاس جا کر اُس کی 'لمبی چھوڑی ہوئی' سے محظوظ ہوتے رہتے۔

ایک دفعہ اس نے ایک کہانی سنائی کہ مَیں فوج میں ملازم تھا۔ چھٹی پر گھر آیا تو ظاہر شاہ کی حکومت پر شب خون مارا گیا اور سردار داؤد نے اقتدار سنبھال لیا۔ اس کے بعد ملک میں انقلاب آگیا۔ پھر سوویت یونین نے افغانستان پر یلغار کر دی اور اس کے خلاف افغان عوام نے جہاد شروع کر دیا۔ مَیں ایک دن گاؤں سے باہر بکریوں کی دیکھ بال کے لیے گیا تو ایک طیارے کی آواز سنی، جو علاقے پر بمباری کر رہا تھا۔ مَیں نے جان کی امان پانے کے لیے اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک چھوٹا سا سوراخ نظر آیا تو اُس میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ بمباری کرنے والے جہاز کا پائلٹ فوج میں ڈیوٹی کے وقت میرا دوست تھا۔ اس نے طیارے میں سے ہی مجھے پہچان لیا اور وہیں سے نعرہ لگایا: ارے سلطان آغا! بکریوں کو بھی چھپاؤ، مَیں بمباری کر رہا ہوں۔

حال ہی میں امریکیوں نے ایک بار پھر اعلان کیا کہ مجاہدین کے خلاف جنگ میں B52 طیاروں کا استعمال کریں گے۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ ہلمند میں جنگ کے لیے مزید امریکی فوجیوں کو بھیج دیا جائے گا۔ امریکا چاہتا ہے کہ موجودہ جنگ کو بلند و بانگ نعروں سے جیت لے۔ مجاہدین کو ڈرا کر اپنے فوجیوں اور مزدور افغان فوج کے حوصلے بلند کرے، لیکن اب پوری قوم یہ جانتی ہے کہ امریکی اعلان 'سلطان آغا کی ٹائم پاس کہانی' کے سوا کچھ نہیں ہے۔

افغانستان میں جاری جنگ کسی کمزور ملک کے خلاف نہیں، بلکہ یہ خود کو دنیا کی واحد سپر پاور کہلانے والی فوج اور چالیس سے زائد ممالک کے خلاف مادی وسائل کے لحاظ سے کمزور اور نہتے عوام کی مزاحمت ہے، تاہم افغان مسلمان ایمانی قوت کی عظیم نعمت سے مالامال ہیں۔ جب مجاہدین نے امریکا اور نیٹو کے خلاف مزاحمت شروع کی تو اس وقت بی 52 طیارے بھرپور طاقت کے ساتھ فضائی حملے کر رہے تھے۔ ساتھ ہی کروز میزائل سے بھی مجاہدین کو نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ کلسٹر اور ڈیزی کٹر بموں سے ملک بھر میں آبادیوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا۔ مظلوم انسانوں کے خون کی ندیاں بہائی گئی ہیں۔ خواتین، بوڑھوں اور معصوم بچوں کو جوہری ہتھیاروں کی آگ میں زندہ جلا دیا گیا۔ اس کے باجود مجاہدین نے سر جھکا کر امریکی غلامی قبول کرنے کے بجائے مزاحمت کا فیصلہ کیا اور پندرہ برس کے دوران امریکی اور نیٹو افواج کو منہ توڑ جواب دیا۔ ان کا غرور خاک میں ملا دیا ہے۔ وہ تمام تر جدید ٹیکنالوجی اور خطرناک ہتھیاروں کے باجود یہاں ناکام ہو کر انخلا پر مجبور ہیں۔ ڈیڑھ لاکھ فوج کو واپس نکال کر اب صرف چند ہزار فوجی کیا جنگ لڑ سکتے ہیں۔

ہم امریکا پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جنگ بلند و بانگ نعروں سے نہیں جیتی جا سکتی۔ امریکا کا تمام پروپیگنڈا دم توڑ گیا ہے۔ مجاہدین ان کی جدید ٹیکنالوجی کے مقابلے میں سینہ تانے کھڑے ہیں۔ ان فرعونی قوتوں کے ساتھ فاتحانہ انداز میں نبرد آزما ہیں۔ مجاہدین مسلم قوم کے خیر خواہ اور ان کے محافظ ہیں۔ انہوں نے بیش بہا قربانیاں دے کر امریکی جادو کا اثر توڑا ہے۔ افغانستان کے ہر پہاڑ اور ہر دشت میں جدید ٹیکنالوجی کی لاش پڑی گل سڑ رہی ہے۔

امریکیوں کو سمجھنا چاہیے کہ ان کے خلاف مزاحمت کرنے والی کوئی تنخواہ دار فوج نہیں، بلکہ ایمان اور عقیدے کی بنیاد پر لڑنے والے مجاہدین ہیں۔ ان کی پشت پر پوری مسلم قوم کھڑی ہے۔ ان کے مضبوط ایمان کے مقابلے میں مادی وسائل اور ٹیکنالوجی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ڈرون حملے، بی 52 طیارے، کروز میزائل مجاہدین کے حوصلے پست کر سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں شکست دے سکتے ہیں۔ جتنے امریکی فوجی میدان جنگ میں اترتے ہیں، مجاہدین اور نوجوانوں کے جذبات میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔

مَیں نے بہت سارے مجاہدین کو دیکھا ہے، جو امریکیوں کے واپس میدان جنگ میں سامنے آنے پر خوشی کا اظہار کرنے کے لیے زمین پر سجدے کر رہے تھے۔ ایک نئے ولولے کے ساتھ جہاد میں مصروف ہونے کے لیے پُرجوش انداز میں خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ مجھے یقین ہے اس بار اللہ کی نصرت اور مجاہدین کی بھرپور ایمانی قوت سے ہلمند اور قندوز میں امریکی فوجیوں کا غرور خاک میں مل کر رہے گا۔ اور امریکا کو ہمیشہ کے لیے افغانستان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ ان شاءاللہ تعالی

کھپلو اک

نئی امریکی ڈکشنری کے لیے مفتیوں کی تلاش

جب نائن الیون ہوا تو مسلم ممالک کے حکمران امریکی صدر جارج ڈبلیو بش کے غلام بن گئے۔ بش نے دنیا بھر کی اسلامی اور جہادی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دیا اور لفظ جہاد کی نئی تعریف 'دہشت گردی' سے کی۔ سعودی عرب کے شہنشاہوں سے لے کر مصر کے سرکاری مفتیوں تک تمام غلاموں نے مکمل اخلاص سے اس تعریف کو قبول کیا۔

نائن الیون کے موقع پر صدر بش کی تعریف کی تاثیر اتنی گہری تھی کہ خطبہ جمعہ کے موقع پر امام کعبہ بھی رونے لگے اور گیارہ ستمبر کے حملے میں مرنے والوں کے حق میں دردمندانہ لہجے اور اشک بار آنکھوں سے اپنے سرکاری رنج و غم اور ہمدردی کا اظہار مسجد حرم کے منبر پر کیا، لیکن جب افغانستان اور عراق میں امریکی بمباری شروع ہو رہی تھی، تب حرم کے امام بھی خاموش تھے۔ کیوں کہ فیصلہ اوپر والوں نے کیا تھا۔ نیچے والوں میں کوئی جرأت باقی نہیں تھی۔

جب شام میں مغرب کے خفیہ اداروں نے بغاوت کے فضا ہموار کی تو سعودی علماء نے ایک بار پھر شامی انقلاب کے حق میں جہاد کے فتوے دینا شروع کر دیے۔ کیوں کہ اوباما نے شام کی جنگ کے حوالے سے مغرب کی لغت میں جہاد کی ایک استثنائی تعریف کی گنجائش پیدا کر دی تھی، لیکن داعش کے فتنے نے سعودیوں کے پُرجوش جذبوں کو خاموش کرا دیا تھا۔ اگرچہ امریکا نے سعودیہ کی مدد کے بغیر داعش کو انوکھے طریقے سے مضبوط کیا ہے۔

اسلامی فلاحی ادارے، دینی مدارس اور مسلمانوں کی نامور مذہبی شخصیات بھی مغرب کی نئی تعریفات کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ انہیں ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ اسلامی ممالک کے بے چارے حکمران مغرب کی اس نئی ڈکشنری کی اس حد تک پیروی کرتے ہیں کہ جس جنگ کو مغربی حکمران 'حرام' کہہ دیں تو مسلمان حکمران اس کی حرمت کے لیے مفتی بھی تلاش کر لیتے ہیں اور فتوے بھی۔ اس خدمت کے لیے کانفرنسوں اور دینی اجتماعات کے انعقاد کی کوششیں بھی کی جاتی ہیں، تاکہ آقا کی نافرمانی نہ ہو جائے اور ان کی خود ساختہ تعریفات کو اسلامی دلائل سے مضبوط بھی کیا جاسکے۔

یمن کے عبدالکریم زندانی اور قطر میں رہائش پذیر مصری عالم یوسف القرضاوی تک ہزاروں اسلامی شخصیات امریکی حکمرانوں کی نئی تعریفوں کی رُو سے مختلف پابندیوں اور الزامات کی زد میں ہیں۔ امریکا اور اتحادیوں نے ان ممالک پر بھی اعتراض کیا ہے، جنہوں نے مصری اخوانیوں کے اُن ممبرز کو پناہ دی تھی، جو ایک جبر پسند آمر اور ہزاروں بے گناہ مظاہرین کے قاتل کے ظلم سے اپنی جان بچانے کے لیے ملک سے جائے پناہ کی طرف مختلف ممالک کی طرف سفر کر رہے تھے۔ جس آدمی نے مغرب کی ایک تائید یافتہ جمہوری اور عوامی حکومت کا تختہ الٹا اور ہزاروں پُرامن مظاہرین کو سڑکوں پر بے دردی سے سرعام شہید کیا، اس پر ہاگ کی بین الاقوامی کورٹ سے لے کر ہزاروں ناموں سے کام کرنے والے انسانی حقوق کے اداروں میں سے کسی نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا۔ وہ ادارے جنہوں نے سوڈان کے صدر عمر بشیر کو محض مسلح باغیوں سے لڑنے پر پابندیوں اور الزامات سے دوچار کر دیا ہے۔

ان معاملات سے اس حقیقت کو مزید تقویت ملتی ہے کہ امریکا کو جمہوریت محبوب ہے اور نہ انسانی حقوق، بلکہ ان کے لیے سب سے اہم سامراجی مقاصد ہیں، جن کے حصول کے لیے جمہوریت کی پروا کی جاتی ہے اور نہ انسانی حقوق دیکھے جاتے ہیں۔ اس لیے امریکا کے لیے وہ آمر اور جبر پسند جنرل 'سیسی' اس جمہوری حکمران 'مرسی' سے ہزار گنا زیادہ بہتر ہے، جس سے اسرائیل راضی نہیں ہے۔ ایک دہائی قبل الجزائر میں اسلامی پارٹی کی منتخب حکومت کے خلاف فوجی بغاوت کی حمایت، فلسطین میں حماس کے خلاف رکاوٹیں کھڑی کرنا اور حال ہی میں ترکی کی فوجی بغاوت کے پیچھے سی آئی اے کی پشت پناہی کے انکشاف نے امریکا کی جمہوریت دوستی کا اصلی چہرہ دنیا کو دکھا دیا ہے۔ دہشت گردی، انتہا پسندی اور عسکریت پسندی جیسی درجنوں اصطلاحات مسلمانوں کے لیے مختص کرنا امریکی ڈکشنری میں ایک نیا اضافہ ہے۔ اسلامی ممالک کے حکمران اس کی تقلید کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

نصیب زدران

رابرٹ بیلز اور انس حقانی

وہ گیارہ مارچ 2012 کا دن تھا۔ قندھار کے ضلع پنجوائی میں ایک امریکی فوجی 'رابرٹ بیلز' آدھی رات کو اپنے مرکز سے نکلا، دروازے پر کھڑے افغان فوجی نے اسے باہر نکلنے سے روکنے کی کوشش کی۔ کیوں کہ اُس کی جان خطرے میں پڑ سکتی تھی، مگر رابرٹ نے اس پر کان نہ دھرے اور افغان فوجی کو ڈانٹ کر اُسے خاموش کروایا اور قریبی گاؤں کی طرف جاتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد فائرنگ کی آواز آئی، جس پر افغانی فوجی پریشان ہو گیا کہ کہیں امریکی فوجی کی زندگی کو کوئی خطرہ تو لاحق نہیں ہو گیا؟ مگر یہاں واقعہ کچھ اور تھا۔ رابرٹ قریبی گاؤں کے ایک گھر میں گھسا اور اس نے 9 بچوں سمیت ایک ہی خاندان کے 16 افراد کو فائرنگ کر کے شہید کر ڈالا۔ پھر سب کی لاشوں کو آگ لگا دی۔ مرکز سے فوجی گئے اور رابرٹ بیلز کو اڈے پر واپس لے آئے۔ اگلے دن یوں ہوا کہ رابرٹ کو کابل منتقل کیا گیا، جہاں سے اسے صحیح سلامت امریکا بھیج دیا گیا۔

اس پورے واقعے پر عدالت خاموش رہی۔ سکیورٹی ادارے، اراکین پارلیمنٹ اور حکام کی زبانیں گنگ رہیں۔ شہداء کے خاندان کو فی کس کچھ ڈالر دیے گئے اور بدلے میں اُسی طرح سختی سے زبانیں بند رکھنے کا کہا گیا، جس طرح اُن حکام کی خود بند تھیں۔ یہ واقعہ مجھے اس وقت یاد آیا، جب عدلیہ اور سپریم کورٹ نے 'انس حقانی' کو پھانسی کی سزا سنا دی۔ عجیب فیصلہ ہے۔ ہزاروں کلومیٹر دور سے آئے ہوئے انگریز نے افغان شہریوں کو مرغیوں کی طرح کاٹ ڈالا، مگر اسے ہمارے حکام صحیح سلامت باہر بھیج رہے ہیں اور جس انس حقانی پر کوئی جرم ثابت ہوا نہ اُس نے جنگی معاملات میں کوئی حصہ لیا ہے، اسے پھانسی کی سزا دی جا رہی ہے۔ یہ دُہرا معیار کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ انس کے والد 'جلال الدین حقانی' اور بھائی اِنہی وحشی قاتل انگریزوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

اگر انس حقانی کی پھانسی کا سبب یہ ہو کہ وہ ایک جہادی رہنما کا بیٹا ہے تو پھر صلاح الدین ربانی ولد 'برہان الدین ربانی' - حبیب الرحمن سیاف ولد 'عبدالرسول سیاف' - احمد مسعود 'احمد شاہ مسعود' - حبیب الرحمن حکمت یار ولد 'گلبدین حکمت یار' - 'طاہر قدیر' سب کو پھانسی دی جانی چاہیے۔ انہیں کیوں مراعات، وزارتیں اور کرسیاں دی گئی ہیں۔ ان سب کے والدین بھی روس کے خلاف جنگ میں شریک رہے ہیں۔ انس کے والد کا جرم میں اتنا سا اضافہ ہے کہ وہ روس کے ساتھ ساتھ امریکی جارحیت کے خلاف بھی لڑے ہیں۔

امریکا چاہے تو رابرٹ بیلز کو خون آلود ہاتھوں کے ساتھ عدالت اور حکومت کے درمیان سے صحیح سلامت اُس کے گھر تک پہنچا دے اور مدرسے کے ایک بے گناہ طالب علم انس حقانی کو قطر سے کابل لائے اور پھانسی کی سزا سنائے۔

انس حقانی کے خاندان کی روس اور پھر نیٹو کی جارحیت کے خلاف قربانیوں کی ایک روشن تاریخ ہے۔ حقانی خاندان نے انس کے چار بھائیوں سمیت اپنے خاندان کے 58 افراد راہِ جہاد میں قربان کیے ہیں۔ یہ خاندان مشقتوں اور صعوبتوں سے آشنا رہا ہے، مگر افغان حکومت اور عدلیہ کچھ ملک و قوم کے مفاد کا بھی سوچا کرے۔ امریکی فوجی ہمیشہ یہاں رہنے والے نہیں ہیں۔ اگر یہ لوگ امریکی خوش نودی کے لیے انس حقانی کو پھانسی کی سزا سناتے ہیں کہ اس سے امریکا کا ایک دشمن کم ہو جائے گا تو یہ اُن کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ میرے خیال میں اس پھانسی سے اشرف غنی اور امریکا کے دشمنوں میں مزید اضافہ ہو گا۔ یرغمال ہونے والے انگریز فوجیوں کے ساتھ سب سے زیادہ نقصان افغان حکومت کو ہو گا۔ امریکی فوجی بگرام میں تماشا کر رہے ہوں گے اور اپنے ہدف کے حصول پر جشن منا رہے ہوں گے۔ جب کہ عدالت کے ماتھے پر ہمیشہ کے لیے ایک داغ لگ جائے گا کہ یہ قاتل انگریزوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے اور وطن کا دفاع کرنے والوں کو موت کی سزا دیتی ہے۔

جنگی جرائم اگست 2016

سید سعید

یکم اگست 2016 کو میدان وردگ کے مرکز میں داخلی فوجیوں نے محمد شفیق نامی اس ٹیچر کو شہید کر دیا، جو حال ہی میں ضلع نرخ سے ضلعی مرکز نقل مکانی کر کے آیا تھا۔

2اگست کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے جویبار میں داخلی فوجیوں نے عام لوگوں کے گھروں پر مارٹر گولے فائر کیے، جس میں دو خواتین زخمی ہو گئیں۔

3 اگست کو صوبہ پکتیکا کے ضلع چمکنو کے علاقے لوڑہ سیمہ میں داخلی فوجیوں کی جانب سے مارٹر گولوں کے حملے میں 2افراد شہید ہوگئے۔

4اگست کو صوبہ زابل کے ضلع میزانی کے علاقے ناوی میں داخلی فوجیوں نے عام لوگوں کے گھروں پر مارٹر کے گولے گرائے۔ اس واقعے میں ایک گھر کے 2بچے شہید اور 2 خواتین زخمی ہوگئیں۔

7اگست کو بادغیس کے ضلع مرغاب کے مضافات میں داخلی فوجیوں نے اپنی چیک پوسٹ سے فائرنگ کر کے 3 کلو میٹر دور جیبخوجی کے گاؤں میں شہریوں کے گھروں پر مارٹر کے گولے فائر کیے، جس سے 3 افراد شہید اور چھ زخمی ہو گئے۔

20اگست کو میدان وردگ کے علاقے خرد ٹوکلی میں فوجیوں کی بھاری اسلحے کی فائرنگ سے ایک مرد اور ایک خاتون شہید ہو گئے، جب کہ ایک بچہ زخمی ہو گیا۔ اسی دن میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے سیسی نامی گاؤں کے قریب مقامی فوجیوں نے اُن انجینئرز پر حملہ کیا، جو یہاں بجلی کا سسٹم فعال کر رہے تھے۔ حملے میں ایک انجینئر شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔ اسی دن تخار کے ضلع اشکمش چشمہ تلخ کے علاقے میں داخلی فوجیوں نے عام شہریوں کے گھروں پر مارٹر گولے فائر کیے۔ اس حملے میں ایک خاتون اور دو بچے شہید ہو گئے۔

8 اگست کو خوست کے ضلع سپیری کے مضافاتی علاقے غورمے اڈہ، بوزی اور تنی خیل گاؤں پر داخلی فوجیوں نے چھاپے مارے۔ اس کے بعد ان کی مجاہدین سے جنگ ہو گئی۔ جنگ کے بعد فوجیوں کے بھاری اسلحے کی فائرنگ سے تین افراد شہید، جب کہ چھ افراد شدید زخمی ہوگئے۔ اسی طرح کئی عام شہریوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

12 اگست کو پکتیا کے ضلع خوشامند کے بیناری گاؤں میں جارحیت پسندوں کی بمباری سے 13افراد شہید ہوگئے۔ بمباری ڈاکٹر ریشمین کے گھر پر ہوئی، جس میں اُن سمیت خاندان کے تیرہ افراد شہید ہوگئے۔ مقامی لوگوں نے 'افغان اسلامی اژانس' نامی نیوز ایجنسی کو بتایا کہ حملے میں شہید ہونے والے تمام افراد عام شہری ہیں، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ پکتیکا کے صوبائی حکام اور سرکاری ملازمین نے بھی تسلیم کیا کہ مذکورہ حملے میں ہلاک ہونے والے تمام افراد عام لوگ تھے۔ اسی دن میدان وردگ کے ضلع جلگی کے مضافات میں احمد خیلو گاؤں میں افغان فوجیوں نے مستو خان نامی ایک کسان کو اس وقت فائرنگ کر کے شہید کر ڈالا، جب وہ اپنی زمین میں کام کر رہا تھا۔

13 اگست کو لوگر کے ضلع محمد آغا کے زرغون شہر کے علاقے دامن کوہ میں مقامی فوجیوں کے مارٹر فائر سے ایک خاتون اور ایک بچہ شہید ہو گئے۔

15 اگست کو بغلان کے ضلع ہنہ غوری بازار کے قریب حکومتی طیاروں کی بمباری سے ایک خاندان کی خواتین اور بچوں سمیت 5 افراد شہید ہو گئے۔ اسی دن میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے سلطان خیل نامی گاؤں میں داخلی فوجیوں کے مارٹر کی فائرنگ سے شہری میر احمد کا بیٹا شہید اور بھتیجی زخمی ہو گئی۔

17 اگست کو ننگرہار کے ضلع چپرہار کے گاؤں ہدیا خیل میں جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کے تعاون سے چھاپا مارا اور 7 افراد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گئے۔

18 اگست کو قندوز کے ضلع دشت آرچی کے رئیس عبداللہ نامی گاؤں میں جارح فوجیوں نے داخلی کٹھ پتلیوں کے ساتھ مل کر عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارے۔ ان کے گھروں کی تلاشی لی، لوگوں پر تشدد کیا اور 7 شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

19 اگست کو ننگرہار کے ضلع حصارک مرکز کے قریب حکومتی فوجیوں کی بمباری سے بہت سے شہری شہید ہو گئے۔ اسی دن قندوز کے چہار درہ اور سجانیو اور قریہ یتیم کے علاقوں میں حکومتی فوجیوں کی بمباری اور بھاری اسلحے کی فائرنگ سے 2 شہری شہید اور ایک خاتون زخمی ہو گئی۔

20 اگست کو میدان وردگ کے علاقے خروٹو کلی میں فوجیوں کی بھاری اسلحے کی فائرنگ سے ایک مرد اور ایک خاتون شہید ہو گئے، جب کہ ایک بچہ زخمی ہو گیا۔ اسی دن میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے سیسی نامی گاؤں کے قریب مقامی فوجیوں نے اُن انجینئرز پر حملہ کیا، جو یہاں بجلی کا سسٹم فعال کر رہے تھے۔ حملے میں ایک انجینئر شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔ اسی دن تخار کے ضلع اشکمش چشمہ تلخ کے علاقے میں داخلی فوجیوں نے عام شہریوں کے گھروں پر مارٹر گولے فائر کیے۔ اس حملے میں ایک خاتون اور دو بچے شہید ہو گئے۔

22 اگست کو غزنی کے ضلع قرہ باغ میں پیرو نامی گاؤں میں داخلی فوجیوں نے مارٹر کی فائرنگ سے دو افراد محمد ایاز اور ان کے بیٹے کو شہید کر دیا۔ اسی دن ہلمند کے ضلع گریشک وزیر و ماندہ کے علاقے میں جارحیت پسندوں نے چھاپے کے دوران تین افراد کو بلاوجہ امام مسجد سمیت گرفتار کر لیا۔

29 اگست کو قندوز کے قریب لوی کنم نامی علاقے میں جارحیت پسندوں نے داخلی فوجیوں کی مدد سے شہریوں کے گھروں پر چھاپے مارے۔ گھروں کے دروازے بموں سے اڑا دیے۔ لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کے گھر میں موجود قیمتی اشیاء لوٹ لیں اور آخر میں گاؤں کے امام مسجد سمیت 13 افراد کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

31 اگست کو قندوز کے مرکز سے ملحق ملرغی نامی علاقے میں افغان فوجیوں کی دیسی ساختہ توپ کی فائرنگ سے چار شہری شہید ہو گئے۔ واقعے کے بعد لوگوں نے حکومت کے خلاف مظاہرہ کیا اور ذمہ داروں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

ماخذ: بی بی سی ریڈیو، آزادی، افغان اسلامی اژانس، پژواک، خبریال ویب سائٹ، لراوبر، نن ٹکی ایشیا، اور بینوا۔

افغانستان اگست {2016}

احمد فارسی

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ یاد رہے بیرونی اور مزدور دشمن کو پہنچنے والے نقصانات کے حوالے سے تحقیقی معلومات اور خبریں امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اگست 2016 میں دیگر کامیابیوں کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف حصوں میں مختلف اضلاع کی فتح، بیرونی اور کٹھ پتلی قوتوں کے بھاری جانی ومالی نقصانات کے واقعات پیش آئے۔ زیر نظر تحریر کی ائندہ سطروں میں اس حوالے سے تفصیلی معلومات آپ کے نذر کی جائیں گی۔

جارحیت پسندوں کو ہونے والے جانی نقصانات:

شکست خوردہ جارحیت پسند دشمن کی جانب سے ایک بار پھر میدان جنگ میں واپسی کے ساتھ ہی مجاہدین نے ملک بھر میں ایک ساتھ ان پر حملوں کا آغاز کر دیا۔ جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں بیرونی فوجی ہلاک ہوگئے۔ مگر کافروں نے اپنی فطرت کے عین مطابق محض 2 اہلکاروں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ اور اس طرح 2016 میں ہلاک ہونے والے کل بیرونی فوجیوں کی تعداد 3520 ہوگئی۔ ان میں سے 2384 امریکی اور 455 برطانوی ہیں۔ یہ وہ تعداد ہے جنہیں جارحیت پسند تسلیم کرتے ہیں اور انہیں کے اعترافات کی بنیاد تیار کیے گئے ہیں۔ مگر ان حقائق کو دیکھتے ہوئے جسے عوام بیان کرتے ہیں یا میدان جنگ سے موصول ہوتے ہیں دشمن کے جانی ومالی نقصان کی سطح اس سے کئی زیادہ ہے جس کا دشمن اعتراف کررہے ہیں

8 اگست کو ننگرہار کے بہسود میں جارحیت پسندوں کی ایک کانوائے پر حملہ ہوا، اس حملہ میں دشمن نے محض دو جارحیت پسندوں کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا۔ مگر سچی بات یہ تھی کہ 6 جارح فوجی اس حملے میں ہلاک ہوئے تھے۔ اس کے بعد 22 اگست کو کابل ضلع بگرام میں بھی ان کی کانوائے پر حملہ ہوا اور کئی فوجی اس میں ہلاک ہوگئے۔ اس کے ایک روز بعد ہلمند مرکز میں مجاہدین نے آمنے سامنے جنگ شروع کردی جس میں درجنوں جارحیت پسند ہلاک ہوگئے۔ مگر انہوں نے صرف 2 اہلکاروں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

کٹھ پتلی دشمن کے نقصانات:

کٹھ پتلی دشمن کو بھی اگست کے مہینے میں ملک کے مختلف حصوں میں صوبائی، ضلعی اور علاقائی سطح پر بہت سے اہم مقامات سے دستبردار ہونا پڑا بلکہ جانی ومالی اعتبار سے بھی بہت سے نقصانات سے دوچار ہوئے۔ اگرچہ ایسے مواقع پر باریکی اور تحقیق کے ساتھ اعداد وشمار جمع کرنا ممکن ہوتا مگر نمونے کے طور پر یہاں چند واقعات کا ذکر کریں گے انہیں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یکم اگست کابل انتظامیہ وزارت دفاع نے خبر دی کہ گذشتہ 24 گھنٹوں میں کٹھ پتلی فوج کے 21 افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ 3 اگست کو انہوں نے ایک بار پھر کہا کہ گذشتہ 24 گھنٹوں میں 15 اہلکار ہلاک ہوچکے ہیں۔ اسی طرح 30 اگست کو کابل وزارت دفاع نے اعتراف کیا کہ 24 گھنٹوں میں وزارت دفاع کے 11 افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔

ان نقصانات کے علاوہ یکم اگست کو کٹھ پتلی انتظامیہ نے اعتراف کیا کہ ہلمند ضلع نادعلی میں کابل انتظامیہ کے درجنوں اہلکار لاپتہ ہیں۔ اس کے ایک روز بعد میڈیا پر خبر آئی کہ فاریاب کے خواجہ سبز پوش کا پولیس چیف ہلاک کردیا گیا ہے۔ 16 اگست کو خبر آئی کہ صوبہ غور کا پولیس افسر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے مرگیا۔ اسی طرح 26 اگست کو ہلمند ضلع نادعلی میں کابل فوج کے 22 اہلکار جو مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہوچکے تھے انہیں مجاہدین نے رہا کردیا۔ رہائی کے فورا بعد امریکی بمباری میں سب ہلاک ہوگئے۔

دشمن کا اعتراف شکست:

گذشتہ مہینوں میں بھی دشمن نے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا اور اگست میں بھی بہت سے ایسے اعترافات پھیل گئے۔ اس سلسلے میں 7 اگست کو امریکی اخبار لاس اینجلس ٹائمز نے لکھا کہ افغانستان کی جنگ امریکی تاریخ کی طویل ترین اور ناکام ترین جنگ ہے۔ اسی لیے اب امریکی صدارت کے لیے کھڑے امیدواروں میں سے کوئی بھی افغان جنگ کی بات نہیں کرتا۔

مجاہدین کی مضبوطی کا اعتراف:

دوسری طرف 19 اگست کو کٹھ پتلی انتظامیہ کے حکام نے اعتراف کیا کہ عمری آپریشن میں مجاہدین نے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اور اب جنگ ہلمند، قندوز، بغلان، غزنی اور لغمان کے صوبوں میں دارالحکومتوں کے قریب پہنچ چکے ہیں

عمری آپریشن:

عمری آپریشن کے نام سے موسم بہار میں شروع کیا گیا آپریشن اگست میں بھی بہت تیزی سے جاری رہا۔ اس آپریشن کے دوران بہت سے علاقے، اضلاع اور صوبے فتح ہوئے۔ یہاں نمونے کے لیے کچھ واقعات کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔

یکم اگست کو مجاہدین نے کابل میں جارحیت پسندوں کے مہمان خانے پر حملہ کیا۔ جس میں دشمن کی بہت سی تنصیبات تباہ ہو گئیں۔ درجنوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ دو روز بعد 3 اگست کو ہلمند ضلع نادعلی میں چانجیر کا اہم علاقہ مجاہدین کے قبضے میں چلا گیا۔ انہیں فتوحات میں 12 اگست کو مجاہدین نے شدید جنگ کے بعد ضلع گرمسیر مکمل طور پر فتح کر لیا۔ دو دن بعد نورستان کا ضلع وانت وائیگل بھی مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ اس صوبے کے صوبائی شوری {اسمبلی} کے رئیس نے اعتراف کیا کہ یہ ضلع مجاہدین نے علاقائی لوگوں کے تعاون سے فتح کیا ہے۔ اسی روز بغلان انتظامیہ نے بھی ضلع دھنہ غوری مجاہدین کے حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے چھوڑ دیا۔ 22 اگست کو خواجہ غار ضلعی سیکرٹریٹ اور ضلع کے تمام متعلقہ چیک پوسٹوں پر امارت اسلامیہ کا پرچم لہرا دیا گیا۔ 27 اگست کو پکتیا ضلع جان خیل بھی بہت سے اہم وسائل کے ساتھ مجاہدین کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

دشمنوں کی جانب سے عوام پر مظالم:

بے کس و بے بس عوام پر مظالم مغلوب دشمن کے لیے بدلہ لینے کا بہت آسان طریقہ ہے۔ یہ سلسلہ اگست میں بھی ماضی کی طرح جاری رہا۔ 3 اگست کو ننگرہار پولیس نے ضلع رودات میں پاکستان سے آنے والے خاندانوں پر اچانک فائرنگ کر دی اور بچوں اور خواتین سمیت ایک ہی خاندان 12 افراد شہید کر دیے۔ 22 اگست کو جارحیت پسندوں نے قندوز الیکٹرک آفس کے ملازمین پر بمباری کر دی۔ یہ بمباری اس وقت کی گئی جب ملازمین بجلی کے گرائے گئے تاروں کی مرمت کر رہے تھے۔

کابل انتظامیہ اور اسلحہ کی فروخت:

افغانستان میں غیر ذمہ دار مسلح افراد کا اضافہ، لوگوں کے مال و اسباب لوٹے جانے اور دیگر بدامنیوں کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے حکام انہیں دیے گئے اسلحہ کی تجارت کرتے ہیں۔ چند دن قبل میڈیا نے بتایا کہ روس کی جانب سے کٹھ پتلی انتظامیہ کو دس ہزار کلاشنکوف دیے گئے ہیں۔ انتظامیہ میں ایک جانب مجاہدین کا نفوذ بڑھ گیا ہے دوسری جانب کٹھ پتلی انتظامیہ میں کرپشن کھلم کھلا شروع ہے۔ کہا جاتا ہے ان ہزار میں 800 کلاشنکوف اب تک مجاہدین کے ہاتھوں تک پہنچ چکے ہیں۔

عوامی املاک کی تباہی کے حوالے سے امارت اسلامیہ کا موقف:

جارحیت پسندی کے آغاز سے اب تک دشمن نے مجاہدین کے خلاف جھوٹ کا پروپیگنڈہ شروع کیا ہے اور ہمیشہ ان باتوں سے عوام کے ذہنوں کو تشویش میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ طالبان تعلیمی درسگاہوں، پل، عوامی املاک وغیرہ بنانے کے خلاف ہیں۔ مگر امارت اسلامیہ نے بار بار واضح کیا ہے کہ وہ مذکورہ چیزوں کے مخالف نہیں بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق ان کی تعمیر، حفاظت اور مزید بہتری کے لیے کام بھی کرتے ہیں۔ طالبان کے زیر اختیار علاقوں میں لوگوں کا عام مشاہدہ ہے

گذشتہ قریبی ایام میں قندوز میں الچین پل مجاہدین کی پیش قدمی روکنے کے لیے بمباری میں تباہ کیا گیا۔ انہوں نے خبریں پھیلائیں کہ یہ پل طالبان نے اڑایا ہے۔ اس کے رد عمل میں امارت اسلامیہ نے ایک بار پھر عوامی املاک، پل، تعلیمی اداروں اور دیگر املاک کے حوالے سے اپنا موقف واضح کیا اور اس حوالے سے تمام منفی باتوں کو مکار دشمن کا پروپیگنڈہ قرار دیا۔

کابل انتظامیہ میں عین اور غین کا گرم اختلاف:

دوسروں کے اختیار پر چلنے والی انتظامیہ میں اختیارات پر تک ودو اب بھی جاری ہے۔ اب حال ہی میں ڈاکٹر عبداللہ نے اشرف غنی کے غیر منصفانہ طریقہ کار کے بارے میں کہا کہ اشرف غنی جمہوری صدر رہنے کے قابل نہیں۔ کرسی کی تقسیم میں جان کیری کی جانب سے ایک ہی کرسیء صدارت پر دو بندوں کے تعین کے باعث اختلافات اور جھگڑے روز کا معمول ہیں۔ اور حال ہی میں یہ اختلافات بہت گہرے ہو گئے۔ شمال میں جمعیت اور جنبش کے لوگ دست و گریبان ہو گئے۔

آقا کٹھ پتلیوں کی حفاظت کے لیے:

ہلمند جب فتح کی دہلیز پر ہے اور کٹھ پتلی فوج اس کے تحفظ میں ناکام ہو رہے ہیں تو ایک بار پھر کٹھ پتلی فوجی ان کی حفاظت کے لیے یہاں آگئے ہیں۔ اس سلسلے میں 21 اگست کو 300 امریکی فوجی ہلمند بھیجے گئے تاکہ مجاہدین کا مقابلہ کریں اور اپنے سدھائے غلاموں کو مجاہدین کے حملوں سے بچائیں۔ مگر ان کے پہنچتے ہیں جنگ چھڑ گئی۔ ان کے اعتراف کے مطابق اس حملے میں 2 فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہو گئے کہا جاتا ہے اس حملے تقریبا 10 فوجی ہلاک ہوئے ہیں جس کا دشمن اعتراف نہیں کرتا۔

ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	48	0	0	0	119	28	23	10	14	0
-2	ہلمند	95	0	5	6	221	131	85	3	15	0
-3	غزنی	57	0	0	0	88	66	31	2	4	0
-4	خوست	25	1	0	0	51	32	4	5	0	0
-5	نورستان	17	0	0	0	38	35	15	10	14	0
-6	میدان وردگ	17	0	0	0	56	36	3	1	7	0
-7	کونڑ	19	0	18	0	49	26	10	2	3	0
-8	پکتیکا	11	0	0	0	16	3	6	0	0	0
-9	زابل	36	0	0	0	80	51	10	7	17	0
-10	لوگر	27	0	0	0	33	41	24	0	3	0
-11	کاپیسا	35	0	0	0	30	22	8	0	0	0
-12	روزگان	46	1	9	5	130	106	13	12	1	1
-13	پکتیا	34	0	0	0	77	80	15	2	2	0
-14	فراہ	6	0	0	0	17	9	0	0	5	0
-15	کابل	30	0	0	0	47	39	20	0	0	0
-16	ننگرہار	81	0	0	0	128	89	41	4	7	0
-17	لغمان	78	0	0	0	136	116	16	2	13	0
-18	ہرات	22	0	0	0	36	25	3	5	4	0
-19	نیمروز	43	1	0	1	118	88	13	3	6	1
-20	بادغیس	5	0	0	0	6	5	0	0	0	0
-21	قندوز	13	1	12	0	11	12	4	1	1	1
-22	بغلان	33	0	0	0	57	60	10	1	4	0
-23	فاریاب	72	0	0	0	151	144	46	6	1	0
-24	غور	62	0	0	0	136	74	30	14	21	0
-25	پروان	16	0	0	0	32	19	3	1	1	0
-26	تخار	7	0	0	0	44	26	4	1	0	0
-27	سمنگان	3	0	0	0	10	8	0	2	0	0
-28	بدخشان	4	0	0	0	18	27	1	2	4	0
-29	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-30	بلخ	8	0	0	0	19	8	4	1	1	0
-31	جوزجان	3	0	0	0	17	20	0	3	5	0
-32	دائی کنڈی	2	0	0	0	4	1	0	0	0	0
-33	سرپل	8	0	0	0	43	41	2	6	8	0
-34	پنج شیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		963	4	44	12	2018	1468	444	106	161	3

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine
5th Year November 2016

امارت اسلامیہ کی کارکردگی پر حیرت

یہ امارت اسلامیہ کا نہیں، غزوۂ بدر سے ہی مجاہدین اسلام کا معاملہ اس طرح سے رہا ہے کہ اِن کے پاس کفار کے مقابلے میں تقریباً ہمیشہ مادی قوت کم ہی رہی ہے، لیکن اس کے باوجود اکثر جنگوں میں اسلام کے جیالے ہی کیوں فتح یاب ہوتے ہیں؟

یہ ایک اہم سوال ہے، جو بقول مرحوم اکبر الہ آبادی: 'بھاپ کو ہی باپ سمجھنے والے ذہنوں' میں ہمیشہ کھجلی کی سی کیفیت پیدا کیے رکھتا ہے۔ مادیت کی دلدل میں غرق اِس طبقے کو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ روس کے بعد امریکا کی ٹیکنالوجی بھی اِن مٹھی بھر نوجوانوں کی کمر کیوں نہیں توڑ سکی؟!

بظاہر ظاہری اسباب کے لحاظ سے کمزور نظر آنے والے مجاہدین کے بارے میں یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ اِن کے دماغ بھی بھاری بھر کم صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی کمزور ہیں، لیکن یہی وہ جگہ ہے، جہاں مادیت پسند شدید غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ سے اس طرح ہوا ہے کہ وحیِ الٰہی کی روشنی سے منور دماغ ہی کامیاب ثابت ہوا ہے۔

آپ بگرام ایئر بیس پر ہونے والے حملے کو ہی لے لیجیے۔ مشہور امریکی جریدے واشنگٹن پوسٹ نے بگرام حملے کے بارے میں اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے:

'بگرام ایئر بیس میں ہونے والے خوں ریز حملے نے ہم سب کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔'

آخر یہ دنیا بھر کی ٹیکنالوجی اُٹھا کر افغانستان میں ڈیرا ڈالنے والوں کو امارت اسلامیہ کی کارکردگی پر حیرت کیوں ہو رہی ہے؟!!

اِس کا جواب قرآن دیتا ہے:

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں، جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آتی ہیں اور اللہ تو اُن لوگوں کے ساتھ ہے، جو صبر سے کام لیتے ہیں۔